تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

مَاعِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَاعِنْدَاللّٰہِ بَاقٍ

دنیا و آخرت کی ہر چیز میں بڑا فرق ہے، لیکن سب سے بڑا فرق وہ ہے، جو قرآن مجید کی اس آیت میں بیان کیا گیا ہے، یعنی کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے۔ جس کی نسبت تم سے ہے وہ سب کا سب ختم ہونے والا ہے، اور جو ہمارے پاس ہے اور جس کی نسبت ہم سے ہے وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔

مَاعِنْدَکُمْ یَنْفَدُ کی مہر جس پر لگ جائے ناکامی و نامرادی اس کا خاصہ بن جاتی ہے اور عِنْدَاللّٰہِ بَاقٍ کی تصدیق اگر کسی کے محضر اعمال پر لگ جائے تو اس کی کامیابی و سعادت کا کیا پوچھنا۔ دنیا کی عظیم الشان تہذیبوں، پرشکوہ سلطنتوں، علمی ترقیات و کمالات، اور مادی فتوحات و عجائبات کو رد کر دینے کے لئے مَاعِنْدَکُمْ کی ایک مہر بالکل کافی ہے، دوسری طرف محض اللہ کے لئے کوئی ادنیٰ درجہ کی خدمت و عبادت مَاعِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ کا مژدۂ جانفزا سنا سکتی ہے۔

اخلاص (کے ساتھ) ایک کلمۂ لاالٰہ کہہ دینا، راستہ سے کانٹا ہٹا دینا، اپنے بھائی کے ساتھ خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنا ساری خدمات اور فتوحات اور علمی و ظاہری کمالات پر بھاری ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ مَاعِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ کا ایسا پاسنگ ہے جو ہر چیز کا پڑا جھکانے کے لئے کافی ہے۔

اگر ہم غور کریں تو نظر آئے گا کہ محاسبۂ نفس اور رہنمائی و رہبری کے لئے ایک یہی آیت ہمیں کام دے سکتی ہے۔ اگر ہم ہر عمل کے وقت صرف اتنا استحضار کر لیا کریں کہ یہ عمل مَاعِنْدَکُمْ والا ہے یا مَاعِنْدَ اللّٰہِ والا ہے، تو ہمیں صرف اپنے عیوب بخوبی نظر آجائیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے راہ بھی کھلے گی اور آسان ہو گی۔ اگر یہ یقین درست ہو تو ہمیں نہ کسی چیز کے چھوٹنے کا زیادہ غم ہو گا نہ کوئی عہدہ اور جاہ و منصب ہمیں جادۂ استقامت سے ہٹا سکے گا۔

مولانا محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰ اگست ۱۹۹۹ء | سالانہ ۱۳۰ روپے | فی شمارہ ۶ روپے

Regd No. LW/NP56
Fax No.: (0522)330020

FORTNIGHTLY

Principal off : 372336
Guest House : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

Rs 6

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش

سونے چاندی کے زیورات کیلئے

ہمارا نیا شوروم

گہنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر ۲۶۰۴۳۳ - ۲۴۲۹۴۶

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبو دار عطریات، عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق کیوڑہ، عرق گلاب و دیگر عطریات کی ——

IZHAR AHMAD & SONS
Perfumers
CHOWK, LUCKNOW-3

ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں ——

SHOP. 255257
RES. 268898

خط و کتابت کا پتہ

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

چشمہ ساگر

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے۔
AUTO REFRCCTO METER AR-8 60
فوٹو گرافک، کوٹیڈ لینس، ہائی انڈکس ریزی لینس، فینسی اور دھوپ کے چشموں کا خاص مقام۔
—— ایک بار خدمت کا موقع دیں ——
آپٹیشین۔ اے۔ رحمٰن (علیگ)
شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج۔ اعظم گڑھ

کیپ کے اوپر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیئے

منہ کا بننا

نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ، کٹنے، جلنے کی مشہور دوا

نورانی کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن (یوپی)

تعمیرِ حیات میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عقل کی رسائی کو سامنے رکھتے ہوئے طریقۂ تعلیم وتربیت

شیخ عبد الفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: شمس الحق ندوی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ مخاطب کی عقل وسمجھ اور مزاجی کیفیت کے پیش نظر سوال وجواب کی صورت میں مخاطب کو سمجھاتے اور تربیت فرماتے تھے یہ طریقہ نہایت مؤثر ثابت ہوتا تھا تاکہ خوبصورت انداز میں غلطیات کو اس کے دل سے نکال دیں، یا حق بات کو جس کا مخاطب کی لت اور عادت کے پیش نظر اس کے دل سے نکالنا آسان ہوتا بڑی حکمت عملی کے ساتھ اس غلط بات کی نفرت اس کے دل میں بٹھادیتے تھے، اس کی ایک حیرت انگیز مثال درج ذیل ہے:

امام احمدؒ اور طبرانی نے حضرت امامہ باہلیؓ سے روایت کی ہے کہ "ایک نوجوان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا اللہ کے رسولؐ مجھے زنا کی اجازت دے دیجئے یہ سنتے ہی حاضرین اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو ڈانٹا کہ (یہ کیا بدتمیزی کی بات کررہے ہو) چپ رہو لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قریب آجاؤ، چنانچہ وہ شخص آپؐ سے قریب آکر بیٹھ گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا یہ بتاؤ کیا تم اپنی ماں کے لئے زنا پسند کرتے ہو؟ اس نے برجستہ کہا اللہ کے رسولؐ میں آپ پر قربان جاؤں، خدا کی قسم اس کو قطعاً نہیں پسند کروں گا، تو آپ نے فرمایا ایسے ہی دوسرے لوگ بھی اپنی ماں کے لئے زنا کو نہیں پسند کرتے، آپؐ نے پھر سوال فرمایا! کیا تم اپنی بیٹی کے لئے زنا پسند کروگے؟ پھر اس نے جواب دیا اللہ کے رسولؐ آپ پر قربان جاؤں، میں اس کو کسی طرح گوارہ نہیں کرسکتا، آپؐ نے فرمایا تو لوگ بھی اس کو اپنی بیٹیوں کے لئے نہیں پسند کرتے، آپؐ نے پھر پوچھا بتاؤ کیا تم اس کو اپنی بہن کے لئے پسند کروگے؟ اس نے عرض کیا اللہ کے رسول آپؐ پر قربان جاؤں میں اس کو کسی طرح نہیں گوارا کرسکتا، تو آپؐ نے فرمایا اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنی بہنوں کے لئے اس کو نہیں پسند کریں گے۔ آپؐ نے پھر سوال کیا اچھا بتاؤ اپنی پھوپھی کے لئے اس کو پسند کروگے؟ اس نے پھر وہی جواب دیا کہ اللہ کے رسولؐ آپ پر قربان جاؤں خدا کی قسم میں اسے کبھی گوارا نہیں کرسکتا۔ آپؐ نے فرمایا تو ایسے ہی دوسرے لوگ بھی اپنی پھوپھیوں کے لئے اس کو نہیں پسند کرتے۔

آپؐ نے سوالات کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے پھر پوچھا کیا تم اپنی خالہ کے لئے اس کو پسند کروگے؟ اس نے جواب دیا اللہ کے رسولؐ آپ پر قربان جاؤں میں اس کو کیونکر گوارا کرسکتا ہوں آپؐ نے فرمایا تو دوسرے لوگ بھی اپنی خالاؤں کے لئے اس کو نہیں پسند کرسکتے، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہاتھ رکھا، اور دعا فرمائی اے اللہ تو اس کے گناہ کو معاف فرمادے، دل کو پاک کردے، شرم گاہ کو محفوظ رکھ، راوی کا بیان ہے کہ وہ نوجوان اس کے بعد کسی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا۔

غور فرمائیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان کے دل سے زنا کی علت کو کس حکمت عملی سے جڑ سے اکھاڑ دیا، اور یہ سب کرشمہ تھا نفسیاتی طور پر اس کے دل میں مثالوں کے ذریعہ زنا کی برائی کو بٹھانے کے لئے، اس موقع پر آپؐ نے زنا کی قباحت وبرائی اور زانی اور زانیہ کی وعید میں جو آیات نازل ہوئی ہیں ان کا ذکر نہیں فرمایا، اس خیال سے کہ اس وقت اس نوجوان کے ذہن کو اس طرح جھٹکا دے کر اور اس کے فہم وادراک کو بیدار کرکے نصیحت کا یہ انداز وطریقہ زنا کی برائی کو اس کے دل سے زیادہ نکالنے والا ہے۔

اس پورے واقعہ میں اساتذہ اور داعیوں کے لئے کتنی بڑی رہنمائی ہے کہ حاضرین کے ماحول میں ان کی ذہنی سطح کا خیال رکھتے ہوئے ان کی سطح کے اسلوب وانداز میں بات سمجھائی جائے، جیسے اس نوجوان کے سمجھانے کی مثال اوپر گذری کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حلم وتدبر سے کام لیتے ہوئے کس خوبی سے اس کے دل میں زنا کی شناعت بٹھادی اور اس کو اس گناہ عظیم سے بچالیا۔

یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ عمل دعوت میں تو ہم سنتِ رسولؐ کو کسی حد تک اپناتے ہیں مگر حکیمانہ دعوت وتربیت کا خیال خال خال ہی ذہن میں آتا ہے بس ایک لفظ یاد ہے "کلمۃ حق عند سلطان جائر" موقع ومحل، مخاطب کو حکمت کے ساتھ متاثر کرنے کی فکر اس سنت کو سوائے علماء ربانیین اور اولیاء عظام کے کم ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بظاہر کام بہت ہورہا ہے لیکن چونکہ سوءہ رسولؐ سے ہٹ کر ہورہا ہے اس لئے اس کے وہ نتائج سامنے نہیں آتے جو آنے چاہئیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہ روزہ — لکھنؤ

تعمیر حیات

مجلس صحافت ونشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۶ — شمارہ نمبر ۱۹

۱۰ اگست ۱۹۹۹ء مطابق ۲۷ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

نگرانی

- مولانا قاضی معین اللہ ندوی
- مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
- مولانا عبد اللہ عباس ندوی
- پروفیسر وصی احمد صدیقی

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

مجلس ادارت

مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا محمد خالد ندوی

مولانا سعد اللہ حسنی ندوی — ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ ۱۳۰/ روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

زر تعاون

سالانہ ——— ۱۳۰/ روپے

فی شمارہ ——— ۶/ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک

ایشیائی یورپی، افریقی وامریکی ممالک

بیرونی ممالک بحری ڈاک ۳۰ ڈالر

بحری ڈاک جملہ ۱۵ ڈالر

خط وکتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر ۹۳

ندوۃ العلماء لکھنؤ ۲۲۶۰۰۷ یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت ونشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

پریس شعبہ نشر واشاعت ندوۃ العلماء لکھنؤ سے طبع کراکے دفتر تعمیر حیات بمقام ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

گذارش

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے (منیجر)

اِس شمارے میں

۱	درس حدیث	شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ	۲
۲	اپنے جہاں سے بے خبر (اداریہ)	شمس الحق ندوی	۵
۳	قرآن مجید کا عجازی اسلوب اور اس کا اعلیٰ نمونہ	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی	۸
۴	عورت اور اسلام	مولانا عبدالماجد دریابادیؒ	۱۱
۵	امت مسلمہ کا علمی کردار	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۴
۶	نظام تعلیم وتربیت	مولانا محمد الحسنیؒ	۱۶
۷	پیغمبر اسلام اور تلوار	محمد آصف قدوائی	۱۸
۸	اللہ کی توفیق	نوح ہابیم کیلر	۲۰
۹	حکیم عبدالحمید صاحبؒ کی وفات	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۴
۱۰	سفرنامہ اردن وشام	پروفیسر محمد اجتبا ندوی	۲۵
۱۱	عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۲۷
۱۲	سوال وجواب	مطیع الرحمٰن خوف ندوی	۲۸
۱۳	مطالعہ کی میز پر	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۹

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی =/Rs. 15 کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs. 30
۲۔ تعمیر حیات کی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ =/Rs 50
۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P.O. Box No. 842. Madina Munawwara (K.S.A.)	مدینہ منورہ
Mr. M. AKRAM NADWI O.C.I.S., St Cross College. Oxford Ox1 3TU-U.K.	برطانیہ
Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P.O. Box 388, Vereninging, (S. Africa)	ساؤتھ افریقہ
Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P.O. Box No. 10894, DOHA-QATAR	قطر
Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P.O. Box No. 12525, DUBAI (U.A.E.)	دبئی
Mr. ATAULLAH Sb. Sector A-50, Near sau Quater H. No. 109, Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)	پاکستان
Dr. A. M. SIDDQUI Sb. 98-Conklin Ave. Woodmere NEW YORK 11598 (U.S.A.)	امریکہ

اداریہ

شمس الحق ندوی

اپنے جہاں سے بے خبر

اس وقت ہم جن حالات سے گذر رہے ہیں وہ ایک کھلی کتاب کی طرح ہمارے سامنے ہیں اس لئے کہ جب ہم سو کر اٹھتے ہیں تو سب سے پہلے اخبار کی فکر ہوتی ہے کہ کل دنیا میں کیا ہوا۔ اور پھر اس پر تبصرے، اور تبصروں پر تبصرے، حالات وماحول کا شکوہ، افراد وجماعتوں کی غیبت وشکایت، یہ ہمارا سب سے مرغوب ودلچسپ مشغلہ ہوتا ہے، اس شغلہ میں ہم اتنے گم ہو جاتے ہیں کہ پھر اپنی ذمہ داری کو غیر شعوری طور پر بھول جاتے ہیں، جو اس ماحول کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اگر مبالغہ پر محمول نہ کیا جائے تو عہد حاضر کے دیگر روح فرسا سانحوں کے ساتھ یہ بھی ایک بڑا سانحہ ہے، بلکہ یہ ایسا سانحہ ہے کہ اس کے بعد پھر کسی خیر کی توقع کرنا بالکل ایسا ہی ہے، جیسے بے سیل کی ٹارچ سے لوگوں کو روشنی دکھانے کی کوشش کرنا۔

ذرا سوچئے اور اس دھیان کے ساتھ سوچئے کہ آپ کا ایمان وعقیدہ یہ ہے کہ ہم ایک ایسے قادر مطلق کے غلام وبندے ہیں جو آنکھوں کی خیانت اور سینوں کے اندر پوشیدہ باتوں کو بھی جانتا ہے۔ پھر اس پس منظر میں غور کیجئے کہ اگر آپ کسی وقف کے متولی ہیں، کسی رفاہی تنظیم کے ذمہ دار اور خازن ہیں، کسی تحریک وجماعت کے سربراہ ہیں یا کسی قومی ملی فنڈ کے ذمہ دار ہیں تو آپ کو اس کے ایک ایک پیسہ کی کس درجہ فکر رہتی ہے کہ کہیں ضائع یا بے محل خرچ نہ ہو جائے کیونکہ یہ ساری رقم قوم کی امانت ہے، جو نہ جانے کس محنت سے جمع کی گئی ہے اور آپ اس کے امین بنائے گئے ہیں۔ اس میں صاحب حیثیت اور اہل ثروت لوگوں کا پیسہ بھی ہے اور غریب اور مزدور لوگوں کا بھی، اس میں سے ایک پیسہ بھی ضائع ہوا یا خدانخواستہ ہم نے اس سے ذاتی فائدہ اٹھایا تو فائدہ اٹھانے یا کوتاہی کرنے کی صورت میں ہو سکتا ہے ہم اپنی ذہانت وچرب زبانی سے حساب لینے والوں کو مطمئن کر دیں، لیکن ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ آج کے بعد کل ایک دن ایسا آنے والا ہے جس کا آنا قطعی اور یقینی ہے، اس دن حساب وہ لے گا جو علیم وخبیر ہے ایک ایک ذرہ کی خبر رکھتا ہے اگر ہم کسی کوتاہی کے شکار ہوئے تو کل اس کو کیا جواب دیں گے اور یہ بھی ہوگا کہ اس فنڈ کے جمع کرنے والے بھی مدعی بن کر کھڑے ہو جائیں گے اور حساب مانگیں گے، وہ وقت کتنا مشکل اور وہ گھڑی کتنی کٹھن ہوگی اور تلافی کا موقع ہاتھ سے نکل چکا ہوگا یہ تصور وخیال کس طرح آپ کو ایک ایک پیسہ کو سنبھال سنبھال کر رکھنے اور صحیح مصرف میں خرچ کرنے کے لئے فکرمند رکھتا ہے کہ کل آنے سے پہلے حساب درست رہے، ٹھیک اسی طرح سے آپ کے پاس خود آپ کے اپنے ہاتھوں اور محنت کی جو کمائی ہے آپ اس کے مالک کل اور مختار کل نہیں ہیں کہ آپ نے اپنا سارا مال بلکہ خود اپنی جان اور صلاحیتوں کو بھی جنت کے بدلے میں اللہ کے ہاتھ بیچ دیا ہے اور اس کی لکھا پڑھی بہت معتبر وپختہ دستاویز میں درج ہے جس کو کبھی جھٹلایا نہیں جا سکتا ہے اس کو پھر سے پڑھ لیجئے: "اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ" آپ کی جان ومال اللہ تعالیٰ نے خرید لیا ہے آپ مسلمان ہیں اور آپ کا اسی پر عقیدہ ہے تو اب آپ اپنے مال کو جہاں چاہیں خرچ کریں اس کا آپ کو اختیار نہیں، آپ اپنے مال کو وہیں خرچ کر سکتے ہیں جہاں خرچ کرنے کی خریدنے والے نے اجازت دی ہے اگر آپ اپنی ضروریات، آل واولاد اور متعلقین کی ضروریات، غربا وفقراء کی ضروریات یا مال خریدنے والے کے نام پر مدارس ومساجد اور دیگر دینی وملی کاموں میں خرچ کرنے کے بجائے جس کا اس نے حکم دیا ہے لہو ولعب اور ٹیلی ویژن کے فحش اور اخلاق وکردار بگاڑنے والے کھیل تماشوں میں خرچ کریں گے تو کل حساب کس طرح دیں گے اور حساب لینے والا وہ ہوگا جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔

ذکر اور غربا وفقرا کا بھی آیا ہے آپ کے پڑوس میں محلہ اور گاؤں میں کتنے لاچار ومجبور، یتیم اور بیوائیں ہیں اس پر کبھی غور کیا کہ آپ اپنے مال کا کتنا حصہ ان پر خرچ کرتے ہیں حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اگر تم ان کو کھلاتے پہناتے تو گویا ہم کو کھلاتے پہناتے، اس نے بہت صاف طور پر فرمایا ہے (میں اپنے ان بندوں کے پاس رہتا ہوں جن کے دل ٹوٹے ہوئے ہیں)۔

اس پر غور کریں کہ اب تک آپ نے ان غریبوں، یتیموں، بیواؤں، محتاجوں اور ٹوٹے ہوئے دل والوں کے ساتھ کیا کیا ہے؟ اپنا جائزہ لیں، سوچیں کہ اپنے بیٹے کی روزہ کشائی، عقیقہ اور بڑے بیٹے کی شادی میں کس فضول خرچی کا ثبوت دیا ہے، فقط شادی کارڈ چھپوانے میں کتنی رقم ضائع کی ہے اور یہ سب کچھ آپ نے خریدنے والے کی مرضی کے قطعاً خلاف کیا ہے جس نے خریدنے کے بعد آپ کو اس مال کا امین بنایا ہے، ان معروضات کو محض وعظ سمجھ کر نہیں بلکہ دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے اور مندرجہ بالا آیت کو دوبارہ پڑھئے اور سوچئے کہ کل حساب کس طرح دے سکیں گے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن (جب حساب کتاب کے لئے بارگاہِ خداوندی میں پیشی ہوگی تو آدمی کے پاؤں اپنی جگہ سے اس وقت تک اٹھ نہ سکیں گے جب تک کہ ان سے پانچ چیزوں کے بارے میں پوچھ گچھ نہ کرلی جائے) ایک اس کی پوری زندگی کے بارے میں کہ کن کاموں اور مشغلوں میں اس کو لگایا، دوسرے خصوصیت سے اس کی جوانی کے بارے میں کہ کن مشغلوں میں اس کو کھپایا اور بڑھاپے کی منزل کو پہونچایا، اور تیسرے اور چوتھے مال و دولت کے بارے میں کہ کہاں سے اور کن طریقوں سے اس کو حاصل کیا تھا اور کن کاموں اور کن راہوں میں اس کو صرف کیا، اور پانچواں سوال یہ ہوگا کہ جو کچھ معلوم تھا اس پر کتنا عمل کیا۔ (ترمذی)

آیت کا پہلا جزء "انفسھم" ہے جس کی حدیث بالا میں بڑی وضاحت ہے یعنی مومنین کی جانیں ہر طرح کی قوت و صلاحیت، قوتِ کار بھی، قوت گفتار بھی، علمی و فکری صلاحیت بھی، جاہ و منصب بھی، اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے لہٰذا یہ جسمانی قوت و صلاحیت بھی وہیں لگنی چاہئے جہاں خریدنے والے نے لگانے کا حکم دیا ہے۔

اب آپ غور فرمائیں کہ آپ کی صلاحیت و طاقت خدا کی اطاعت میں کتنی صرف ہوتی ہے اور کتنی محض لغو اور باطل باتوں میں، ایک دوسرے کو گرانے، ایک دوسرے کا عیب بیان کرنے، ایک دوسرے پہ الزام لگانے اور ذلیل کرنے میں لگتی ہے، قوم و ملت کی خدمت و تعمیر میں کتنی قوت و صلاحیت صرف ہوتی ہے اور محض اپنے ذاتی یا گروہی مفاد کی خاطر قومی و ملی کاموں کو نقصان پہونچانے اور ان کے خلاف سازش کرنے میں کتنی صرف ہوتی ہے۔

اسی طرح یہ خداداد صلاحیتیں فخر و غرور، نفس پرستی اور عیش و تنعم میں کتنی لگتی ہیں اور کتنی خریدنے والے کے حکم کے مطابق قومی ملی مفاد اور مسلمانوں میں محبت و اتحاد پیدا کرنے، لڑائی جھگڑوں کو ختم کرانے اور باہم میل جول اور صلح کرانے میں صرف ہوتی ہیں۔

آپ جس بستی میں رہتے بستے ہیں وہاں مسلمانوں کی آبادی کتنی ہے، آپ نے کبھی سوچا کہ ان میں سے کتنے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں، کتنے ہیں جو روزہ رکھتے ہیں اور اس کا حق ادا کرتے ہیں، کتنے ہیں جن کو اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلانے اور شریعت کا پابند بنانے کا شعور و احساس ہے آپ نے اس سلسلے میں اپنی ان صلاحیتوں کو کہاں تک استعمال کیا؟ اگر آپ خود اپنے تئیں ان چیزوں کے پابند ہیں اور آپ جاگ رہے ہیں تو آپ کا فرض ہے کہ اپنی بستی کے دوسرے لوگوں کو بھی جگائیں اور ان کو راہ دکھائیں اگر وہ نہیں جاگتے، ان پر غفلت کی گہری نیند طاری ہے تو بہر حال انھیں تنبیہ کرنے کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوتی ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کو غفلت میں کچھ سخت و سست بھی کہہ دیں آپ اس کی پرواہ قطعاً نہ کیجئے۔ آپ ان کو بہر حال جگائیے کہ آیت قرآنی:

"وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ"

(عصر کی قسم کہ انسان نقصان میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے۔ اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق (بات) کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔)

میں آپ کو اسی کی تعلیم دی گئی ہے۔

آپ کی بستی میں کوئی مدرسہ ہے، اگر ہے تو کس حال میں چل رہا ہے کبھی اس کی خبر لی؟ اور اگر نہیں ہے تو بستی کے لوگوں کو اس پر آمادہ کرکے مدرسہ قائم کیا؟ اسلام کی تعلیم کے اہم اور موٹے اصولوں سے آپ کی بستی یا محلہ کے تمام مسلمان واقف ہیں؟ بنیادی عقائد اور ضروری مسائل ان کو معلوم ہیں؟ اگر نہیں تو آپ پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اس آیت کی رو سے جس کا اوپر ذکر ہوا اگر آپ صاحب حیثیت ہیں تو کتنے دینی اخبار و رسالے منگاتے ہیں جو محض دین کے فروغ اور مسلمانوں کو جگانے کے لئے نکالے جاتے ہیں، آپ نے کتنی ایسی دینی کتابوں کا مطالعہ کیا جو صحیح اسلامی روح کو بیدار کرتی ہیں اور اس کے بعد پھر آپ نے دوسروں کو ان رسالوں اور اخبارات کو منگانے اور پڑھنے اور ان دینی کتابوں کا مطالعہ کرنے کا شوق دلایا ہے، ہماری ہر صلاحیت بک چکی ہے اس کی مزید تاکید اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دعائیہ الفاظ سے ہوتی ہے۔

اللھم ان قلوبنا ونواصینا وجوارحنا بیدك لم تملكنا منھا شیئاً فاذا فعلت ذلك بنا فكن أنت ولینا و اھدنا الی سواء السبیل۔

اے اللہ ہمارے دل اور ہماری پیشانیاں اور ہمارے اعضاء تیرے قبضہ میں ہیں

تو نے ان میں سے کسی چیز کو ہمارے قبضہ و تصرف میں نہیں کیا ہے تو (اے اللہ جب تو نے ایسا کیا ہے تو تو ہی ہمارا نگراں و کارساز بن جا اور ہم کو سیدھی راہ دکھا دے۔

سواء السبیل، سیدھا راستہ وہی ہے جس کا کتاب سنت میں حکم دیا گیا ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ ضلالت و گمراہی ہے، اگر مسلمان بستیاں کتاب و سنت پر عمل کرنے میں کوتاہی کا شکار ہیں بلکہ کوتاہی سے آگے بڑھ کر مشرکانہ عقائد و غیر شرعی رسم و رواج اور تہذیب و تمدن میں دوسری قوموں کے رنگ میں رنگی ہوئی ہیں تو ایسے میں خریدار کی نظر لطف و کرم اس وعدہ خلاف و خائن جماعت کی طرف کیسے ہوگی جس نے عہد کو توڑ رکھا ہے۔

اگر اب تک ہم سے کوتاہی ہوئی اور نتیجہ میں برے دن دیکھنے پڑے تو اب طوفان کے تھپیڑے کھانے کے بعد ہم کیوں نہ تجدید عہد کرلیں اور توبہ و استغفار کے بعد سیدھی راہ کی طرف چلنا شروع کردیں۔ تو میں غیر ضروری نبصروں اور دوسروں کی عیب جوئی سے نہیں بلکہ عمل سے ترقی کرتی ہیں، گفتار سے نہیں بلکہ کردار سے ترقی کرتی ہیں، ہمارا حال یہ ہے کہ کام کم اور پروپیگنڈہ زیادہ کرتے ہیں، ہوش کے بجائے جوش میں کامیابی سمجھتے ہیں حکمت و دانشمندی سے کام لینے کو بزدلی و خوشامد سے تعبیر کرتے ہیں اگر دوسروں پر نبصرہ کرنے کے بجائے ہم میں کا ہر فرد اپنی ذمہ داری کی فکر کرے اور اس کا حق ادا کرے تو اس کے غیر معمولی نتائج سامنے آسکتے ہیں۔

اخیر میں ہم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ کے ان الفاظ پر اپنی بات ختم کرتے ہیں۔

"اس زمانہ کا ایک عیب یہ بھی ہے کہ دوسروں کی فکر زیادہ اپنی فکر کم ہوتی ہے ہمارے اجتماعی فلسفہ اور سیاسیات نے یہ ذہن پیدا کیا ہے کہ آدمی کی نظر دوسروں کے عیوب پر پڑتی ہے۔ اس کا محاسبہ زیادہ تر دوسروں سے ہوتا ہے، فلاں پارٹی یہ کررہی ہے، فلاں طبقہ یہ کررہا ہے فلاں شخص اپنی ذمہ داری پوری نہیں کررہا ہے، اور اس کی فرصت بھی نہیں ملتی کہ آدمی اپنا جائزہ لے اور دیکھے کہ ہم میں کیا نقص ہے۔"

حضرت مولانا مدظلہ کے خاندان کا ایک حادثۂ وفات

حضرت مولانا کے بڑے بھائی اور مربی حضرت مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحبؒ کی صاحبزادی کا ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ کو انتقال ہوگیا حضرت کے خانوادہ کا ایک بہت ہی افسوسناک حادثۂ موت ہے حضرت سے قریبی واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ آپ اپنے بڑے اور مربی محسن بھائی کی آل اولاد کو اپنے فرزندوں کی طرح عزیز رکھتے ہیں، اس لیے یہ صدمہ سخت گزرا، صبر و شکر کی دولت اس گھرانہ کی میراث اور بزرگانِ خاندان کا ملر یقہ کار ہے، حضرت مدظلہ اسی قلبی صدمہ اور اندوہ علالت و پیری میں صبر و رضا کی بہ رضا رہنے کا نمونہ اور دوسروں کے لیے اسوہ ہیں۔ تدفین میں شرکت کے لیے دارالعلوم کے متعدد اساتذہ اور طلبہ اور لکھنؤ کے احباب موجود تھے۔

مرحومہ حضرت مولانا کے بھانجے مولانا سید محمد الثانیؒ (مولانا محمد الحسنی مہتمم دارالعلوم کے بڑے بھائی) سے منسوب تھیں جن کے فرزند مولانا سید محمد حمزہ حسنی ہیں۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی خود نوشت سوانح حیات

"کاروانِ زندگی"

کا ساتواں حصہ طبع ہوکر منظرِ عام پر آگیا

جنوری ۱۹۹۶ء سے جولائی ۱۹۹۹ء تک کے حالات، اہم واقعات کا مجموعہ، قومی ملی اور بین الاقوامی معاملات کا جائزہ اور ایک دعوتِ فکر و عمل، قیمت اسّی روپے

اپنے قریبی بک سیلر سے حاصل کیجئے یا براہِ راست ہمیں لکھئے

ناشر

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ نمبر ۲۲۶۰۱۸

دنیا روشن دل اندھا

تم ماہ ربیع الاول میں اپنے گھروں کو مجلسوں سے آباد کرتے ہو مگر تمہیں اپنے دل کی اجڑی بستی کی بھی کچھ خبر ہے؟ تم کافوری شمعوں کی قندیلیں روشن کرتے ہو مگر ان کے دل کی اندھیاری دور کرنے کے لئے کوئی چراغ نہیں ڈھونڈھتے۔ تم پھولوں کے گلدستے سجاتے ہو مگر آہ! تمہارے اعمالِ حسنہ کا پھول مرجھا گیا ہے۔

(مولانا ابوالکلام آزادؒ)

قرآن مجید کے اعجاز کا اعلیٰ نمونہ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ" (سورۃ الحج ۱۱)

اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو کنارے پر کھڑے ہو کر خدا کی عبادت کرتے ہیں اگر ان کو کوئی دنیاوی فائدہ پہونچ تو اس کے سبب مطمئن ہو جائیں، اور اگر کوئی آفت پڑے تو منہ کے بل لوٹ جائیں (یعنی پھر کافر ہو جائیں) انھوں نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی، یہی تو نقصان صریح ہے۔

یہ قرآن مجید کے اعجاز اور اس کی تصویر کشی کا اعلیٰ نمونہ ہے، یہ آیت کیا ہے؟ ایک مستقل معجزہ، یہ فرد کی بھی تصویر ہے اور جماعتوں کی بھی، قوموں اور ملتوں کی بھی، عربی میں "من" کا اطلاق فرد اور جماعت سب پر ہوتا ہے، لوگوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں، جو خدا کی بندگی کرتے ہیں بالکل کنارے پر کھڑے ہو کر بندگی کرتے ہیں کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ خالی نماز پڑھتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں، اس کے مفہوم میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ خدا کی فرمانبرداری اور اسلامی احکام کی پابندی حین سرحدی لکیر پر کھڑے ہو کر کرتے ہیں، جو اسلام و جاہلیت اور کفر و ایمان کے درمیان کھینچی گئی ہے۔ "علیٰ حرف" کی بلاغت ملاحظہ ہو، اس صورت حال کی اگر کیمرے سے بھی تصویر لی جائے اور بڑے سے بڑا مصور اور نقاش بھی اس کی تصویر کشی کرے تو ایسی بولتی ہوئی تصویر نہیں کھینچ سکتا، ان کی دو دینی اور احتیاط کی پوری تصویر اس چھوٹے سے جملے میں آگئی، وہ ایسی جگہ کھڑے ہوتے ہیں، جہاں سے ان کے لئے دوسرے محاذ پر منتقل ہو جانا، ایک منطقے سے دوسرے منطقہ پر پہونچ جانا ہر وقت ممکن رہے اور اس میں ذرا بھی دیر نہ لگے، وہ جما کر پاؤں بھی نہیں رکھتے کہ اٹھانے میں کچھ دیر لگے وہ پھول کی طرح پاؤں رکھتے ہیں کہ ہوا کے ایک جھونکے میں اور حالات میں ادنیٰ سی تبدیلی واقع ہونے پر وہ دوسری جگہ کھڑے نظر آئیں، ان کا ہاتھ زمانے کی نبض پر رہتا ہے، اور ان کی دوربین نگاہیں حکومت، سوسائٹی اور وقت کے اقتدار کے چشم و ابرو کے اشارے کو دیکھتی رہتی ہیں ان کا دماغ سود و زیاں اور نفع و نقصان کے موازنے سے ایک لمحہ کے لئے غافل نہیں ہوتا، اگر زمانہ کے موقف و مسلک اور ان کے مقام و محل کے مطابق ہوتا ہے تو ان سے بڑھ کر اپنے مسلک کا پرجوش وکیل اور اس کی خدمت میں منہمک کوئی نظر نہیں آتا اور وہ پورے سکونِ قلب اور اعتمادِ نفس کے ساتھ اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔ "فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ" اور اگر حالات ذرا بھی ناسازگار ہوتے ہیں، اور وہ حکومت کے، سوسائٹی اور عوام کے تیور بدلے ہوئے دیکھتے ہیں تو وہ فوراً اپنا مسلک تبدیل کر دیتے ہیں، اور پہلے مسلک کے "نہت" سے بھی بچتے ہیں۔ ان کو اپنی وضع قطع، اپنے عقائد و خیالات، اپنی تہذیب و معاشرت اور اپنی زبان و کلچر بلکہ اپنی قومیت کو بھی تبدیل کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی، اس ابن الوقت گروہ کو دیکھ کر یہ آیت جس طرح سمجھ میں آتی ہے اور اس کی بلاغت و اعجاز جس طرح نمایاں ہوتا ہے، وہ بڑی سی بڑی تفسیر سے اس طرح نمایاں نہیں ہوتا خطرے اور شبہ سے بچنے کے لئے اس ابن الوقت گروہ کے انتظامات اور اس کی احتیاط دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں، جب شعائر اسلامی کے اظہار سے کوئی مادی فائدہ حاصل ہوتا ہے یا وہ دولت و وجاہت کے حصول کا ذریعہ ہوتا ہے، یا حکومت و اقتدار اس کے بغیر نہیں مل سکتا تو شعائر اسلامی کا ان سے زیادہ اظہار کرنے والا کوئی نہیں، اور اگر ان کے اظہار میں ادنیٰ درجہ کا خطرہ منصور ہوتا ہے، یا اس کی وجہ سے کم سے کم ادنیٰ درجہ کی قربانی دینی پڑتی ہے، تو پھر ان شعائر اسلامی کو بلکہ بنیادی عقائد تک کو وہ سلام کرتے ہیں، اور ان سے اپنا رشتہ ناطہ توڑ لیتے ہیں۔

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ۭ وَلَىِٕنْ جَاۗءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۭ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ"

(سورہ عنکبوت ۔ ۱۰)

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم خدا پر ایمان لے آئے، جب ان کو خدا کے راستے

میں کوئی ایذا پہونچتی ہے تو لوگوں کی ایذا کو یوں سمجھتے ہیں، جیسے خدا کا عذاب اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے مدد پہونچے تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے، کیا جو اہل عالم کے سینے میں ہے، خدا اس سے واقف نہیں؟

اگر وہ نسبت سرخروئی اور سرفرازی کا باعث ہوتی ہے، تو اپنی قدیم تاریخ اپنے اسلاف اور اپنے دور ماضی کو یاد دلاتے ہیں، اور نہیں نہ کہیں سے وہ اپنا تعلق نکال لیتے ہیں۔ "وَلَىِٕنْ جَاۗءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ"۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو حقیقت حال معلوم ہے۔ "اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ"۔ عام طور پر ان زمانہ سازوں کا انجام برا ہوتا ہے، اور کسی گروہ میں ان کی وقعت نہیں ہوتی اسی لئے فرمایا گیا ہے۔ "خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ"۔ شاعر نے شاید اسی موقع کے لئے کہا ہے ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

قوت ایمانی کا ایک پرانا واقعہ سنئے، نصیر خاں بلوچی اور پنجاب کی سکھ حکومت کے درمیان ایک مرتبہ جنگ ہوئی ایک موقع پر اس جنگ میں نصیر خاں زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے، دو سکھ سپاہی پاس سے گذرے ایک نے چاہا کہ کام تمام کر دیں، اس زمانے کے بلوچی بڑے بڑے بال رکھتے تھے، نصیر خاں کی بھی لٹیں تھیں، دوسرے سکھ نے کہا کہ نہیں نہیں یہ ہمارا بھائی ہے، اس کو نہ مارو، جب جنگ ختم ہوئی اور نصیر خاں بلوچی اپنے دارالحکومت میں پہونچا تو اس نے خود بھی اپنے بال ترشوائے اور پوری قوم کو بال ترشوانے کا حکم دیا، اس نے کہا کہ ان منحوس بالوں نے میرے مسلمان ہونے کے بارے میں شبہ پیدا کر دیا اور میں شہادت سے محروم رہا، دیکھئے! دونوں ذہنیتوں میں کتنا بڑا فرق ہے؟

"ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا"

جب حالات سازگار ہوں اور ہوا موافق چل رہی ہو، جب کسی مسلک پر قائم رہنے پر انعام ملتا ہو اور پھول برسائے جاتے ہوں، جب کسی قوم و جماعت کا ستارۂ اقبال بلند ہو اور اس کا بخت یاور، جب کسی جماعت میں شرکت باعث اعزاز ہو اور سرمایۂ افتخار، تو اس وقت اس مسلک پر قائم رہنا اور اس عقیدے کا اظہار کرنا کوئی بہادری اور مردانگی نہیں، لیکن جب حالات ناسازگار ہوں اور باد مخالف تیز و تند چل رہی ہو، جب بڑے بڑے جواں مردوں کے قدم اکھڑ رہے ہوں، جب کسی اصول اور عقیدے کو اختیار کرنا دار و رسن کو دعوت دینے کے مرادف ہو، جب کسی قوم کے تنزل کا زمانہ ہو، اقبال نے اس سے منہ موڑ لیا ہو اور زمانہ کی نگاہیں اس سے پھری ہوئی ہوں، اس وقت اس مسلک پر ثبات و استقامت اور اس جماعت سے انتساب و نسبت بڑے شیر مردوں کا کام اور بڑی وفاداری اور نمک حلالی کی بات ہے، ہر بادشاہ اور حکومت کو ایسے سپاہی کی بڑی قدر ہوتی ہے، جو اس وقت میدان جنگ میں کھڑا رہے، جب فوج کے پاؤں اکھڑ جاتے ہیں اور بھگدڑ مچ جاتی ہے، ہر رئیس اور امیر کو انھیں لوگوں کی قدر ہوتی ہے، جو برے وقت میں ان کا ساتھ دیتے ہیں، اور جب ان کے سب پروردہ اور نمک خوار نگاہیں پھیر لیتے ہیں، اور ان سے کترانے لگتے ہیں تو وہ اسی طرح ان کے دامن سے وابستہ اور ان کے دروازے پر ایستادہ رہتے ہیں، اور وہ اسی طرح ان کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں، اور آداب بجا لاتے ہیں۔ ایک پرانے رئیس ایک صاحب کا بڑا خیال کرتے تھے، اور ان کو بہت سے مصاحبین اور درجی حضوریوں پر ترجیح دیتے تھے، کسی نے اس کا سبب پوچھا تو کہا کہ جب ہمارا علاقہ کورٹ ہو گیا تھا تو تنہا یہی شخص تھے، جنھوں نے ہمارا ساتھ نہ چھوڑا، حقیقت میں محبت و وفاداری کا امتحان عروج و اقبال کے زمانے میں نہیں، تنزل و ادبار کے زمانے میں ہے، وفاداری اور وابستگی کا ثبوت اس حالت میں نہیں ملتا جب تقرب حاصل ہو، اس وقت ملتا ہے جب کس مپرسی اور بے التفاتی کا معاملہ کیا جائے، اسی سے حضرت کعب بن مالک رضؓ کے بچے اور عاشقانہ تعلق کا اظہار ہوتا ہے کہ عین اس حالت میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے سارے مسلمانوں کو ان سے ملنے اور بات کرنے کی مخالفت کر دی تھی، اور کوئی ان کی بات کا جواب دینے کا بھی روادار نہیں تھا، حد یہ ہے کہ رفیقۂ حیات کو بھی ان سے الگ رہنے کا حکم دیا گیا بقول ان کے دنیا ان کی آنکھوں میں اندھیر نگری شہر شہر نہیں، قبرستان معلوم ہوتا تھا، اور قرآن کے الفاظ میں دنیا اپنی ساری وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی تھی، اور ان کا دم گھٹنے لگا تھا، اس وقت غسان کے بادشاہ (جس کے انعام و اکرام اور سرفرازی کے سارے عرب میں چرچے تھے) کا دعوت نامہ آتا ہے کہ تمہیں اس کس مپرسی میں پڑے رہنے کی ضرورت نہیں تم میرے پاس آجاؤ میں تم کو نہال کر دوں گا، وہ بجائے اس خط کا اشتعال کرنے کے اور اس موقع کو غنیمت سمجھنے کے اس کو قاصد کے سامنے جلتے تنور میں ڈال دیتے ہیں اور اپنے محبوب کی طرف سے یہ امتحان برداشت کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ ان کی مصیبت کے یہ بادل چھٹتے ہیں، اور ان کی اصلاح و تکمیل کے سلسلے میں جتنا وقت ضروری تھا وہ پورا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح جب شوال ۶ھ میں مدینہ پر قریش نے چڑھائی کی اور چاروں طرف سے مخالفین کی فوجوں کا نرغہ ہوا اور مسلمان مدینہ میں محصور ہو کر

رہ گئے" حالت یہ تھی کہ نہ کھانے کا سامان تھا نہ کہیں سے لگ آنے کی امید، بھوک، سردی، خوف اور ہر مصیبت کا سامنا تھا، قرآن مجید سے بہتر اس کی کوئی تصویر نہیں کھینچ سکتا۔

"إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا۔ (سورہ احزاب-۱۰)

جب وہ تمہارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر چڑھ آئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل (مارے دہشت کے) گلوں تک پہونچ گئے اور تم خدا کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔

جب آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آگئے تھے، اس وقت ان لوگوں نے جن کو خدا نے ایمان کی دولت سے مالا مال فرمایا تھا اور جن کا خدا کے وعدوں پر یقین تھا، ان کا ایمان اور قوی ہوگیا اور انھوں نے اس صورتحال سے بالکل الٹا نتیجہ نکالا اور اس بے کسی اور بے بسی کو شکست اور نامرادی کی نہیں بلکہ فتح اور کامرانی کی دلیل بنالیا۔

"وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا"۔ (سورہ احزاب ۲۲)

اور جب مومنوں نے کافروں کے لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا خدا اور اس کے پیغمبر نے ہم سے وعدہ کیا تھا، اور خدا اور اس کے پیغمبر نے سچ کہا تھا اور اس سے ان کا ایمان اور اطاعت اور زیادہ ہوگئی۔

ان کی دلیل اور منطق یہ بھی کہ غیر معمولی حالات میں غیر معمولی واقعات کا ظہور ہوتا ہے، رات کے اندھیرے سے آفتاب طلوع ہوتا ہے، اور جب زمین بہت پیاسی ہوتی ہے تو باران رحمت کا نزول ہوتا ہے، بعینہٖ یہی دلیل حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس وقت پیش کی اور اس سے تسکین حاصل کی جب یوسفؑ کے فراق کے بعد بنیامین و یہوداہ کے فراق کا واقعہ پیش آیا اسی وقت انھوں نے فرمایا کہ:-

"عَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ"۔

(سورہ یوسف ۵۳)

عجب نہیں کہ خدا ان سب کو میرے پاس لے آئے، بیشک وہ دانا اور حکمت والا ہے۔

اور فرمایا:-

"يَا بَنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِن يُوسُفَ وَأَخِيهِ وَلَا تَيْأَسُوا مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ"۔

(سورہ یوسف ۸۷)

اسلام پر قائم رہنا، اس سے اپنی نسبت کرنا اور علانیہ اس کے شعائر کا اظہار اس وقت بھی سعادت و فخر کی بات ہے، اور اس میں اس وقت بھی مزا ہے جب حالات اس کے لئے سازگار ہوں اور جب مسلمانوں کی کامیابی کا دور اور دنیا میں اسلام کا دور دورہ ہو اور کسی معاملہ میں ان کو ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑتا ہو لیکن امتحان و آزمائش کے موقع پر وفاداری اور جاں نثاری میں جو لذت ہے وہ لذت کسی چیز میں نہیں، یہ وہ وقت ہے جب حق پر قائم رہنے والوں، حق و صداقت کی تبلیغ کرنے والوں، اور اپنے عقیدے و ضمیر کے خاطر مفادات اور اعزازات کی قربانی کرنے والوں کو اس دنیا ہی میں جنت کا مزا آنے لگتا ہے، اور ان کے بدلتے کے رویں رویں سے خدا کی حمد و شکر کا ترانہ بلند ہوتا ہے۔ اقبالؔ نے شاید اسی موقع کے لئے کہا تھا ؎

بہشتے بہر پاکان حرم ہست
بہشتے بہر ارباب ہم ہست
بگو ہندی مسلماں را کہ خوش باش
بہشتے فی سبیل اللہ ہم ہست

(از:۔ دو انسانی چہرے)

بمبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے

بمبئی کے قارئین تعمیر حیات حضرات سے گذارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں۔ وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building,
S. V. Patel Road, Null bazaar, Bombay-400 003.
Tele. : Add Cupkette Tel. : 3762720/3728708
Tel. (R) 3095852

۲۴ نمبر اور ۱۲ نمبر کی اسپیشل چائے حاصل کیجئے۔

عورت اور اسلام

● مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ۔

مرد و عورت کی تفریق انسان ہی میں نہیں، نر و مادہ کا اختلاف تو حیوانات میں بھی ہے، بلکہ نباتات تک میں دریافت ہو چکا ہے اب اگر دونوں صنفیں ہر جہت سے یکساں ہیں تو اس تقسیم و تفریق کی ضرورت ہی سرے سے کیا تھی؟ اور اگر بالکل ہی مختلف ہیں تو ایک ہی مخلوق کی دو کو قسمیں کیوں قرار پائیں؟ غیر فطری مذہبوں اور جاہلی تہذیبوں کو ٹھوکریں یہیں آکر لگی ہے، عقل کم اندیش کہاں تک پہونچتی اور نفس کے کن کن دھوکوں سے بچتی؟ دین فطرت نے رہنمائی آکر کی کہ بحیثیت انسان دونوں بالکل ایک، حقوق بشری کے لحاظ سے دونوں میں سرمو فرق نہیں۔ بھوک، پیاس، گرمی، سردی، سختی، نرمی، رنج، خوشی کا احساس اس کو بھی، اس کو بھی، چوٹ لگے گی تو جسم اس کا بھی دکھے گا اس کا بھی، دل کو دھکا پہنچے گا تو غیرت و خودداری اس کی بھی تڑپ اٹھے گی اس کی بھی۔ ان تمام حیثیتوں سے یکساں ہیں۔ آدم کے بیٹے اور حوا کی بیٹیاں اور بھائی اور بہن سب یکساں اور اسی طرف اشارہ ہے ادائے حقوق کے باب میں وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ کے کلام کی بلاغت و معنویت پر غور ہو ——— ارشاد یہ نہیں ہوتا کہ دونوں کی صلاحیتیں ایک ہیں۔ دونوں کی قوتیں ایک ہیں، دونوں کی ساخت جسمانی و ترکیب نفسی ایک ہے، بلکہ صرف یہ کہ دونوں کے حقوق ایک دوسرے پر یکساں ہیں۔

لیکن جہاں سے صنفیت کے حدود شروع ہوئے۔ دو صنفوں کا مستقل وجود خود دلیل ہے اس امر کی کہ دونوں کی قوتیں الگ صلاحیتیں مختلف اور دائرہ عمل علیحدہ، نظام صنفی نظام حیاتی کا ایک جزو غیر منفک ہے اور جب ایک کا دوسرے سے مستقل طور پر الگ ہے تو اس کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ اختلاف اثر انداز ہو رہا ہے، نظام شعوری، نظام فکری، نظام حسی نظام عضوی، نظام معاشری سب پر۔ اور کارخانۂ عالم میں دونوں کے حدود جداگانہ ہیں۔ یقیناً ایک دوسرے کے متمم و مکمل، معین و معاون۔ لیکن بہر حال ایک دوسرے سے مختلف و متباین ——— ٹیم میں جیت کی کوشش میں شریک سب ہوتے ہیں لیکن فیلڈ میں پوزیشن ہر کھلاڑی کی جداگانہ، مقام ہر کھیلنے والے کا متعین اور دوسروں سے الگ۔ اب اگر فٹبال میں گول کیپر کہے کہ میں کیوں سب سے پیچھے اپنی جگہ پر جما کھڑا رہوں درآنحالیکہ میرے ساتھی دوڑتے بھٹتے جاتے ہیں اور ہار ہونے والے یہ کہنے لگیں کہ دوڑ کی ساری محنت ہمیں گوارا کریں درآنحالیکہ بیک والے پیچھے آرام سے کھڑے ہیں تو فرمائیے اس ٹیم کا کیا حشر ہو کر رہے گا؟ ——— اللہ بہتر جانتا ہے کہ آج عورت کے جو نادان دوست اس کے حجاب کو اس کی پستی اور غلامی پر بطور دلیل لا رہے ہیں اور اس کی خانہ داری کی زندگی کا مرقع ایسی بھیانک شکل میں پیش کر رہے ہیں کہ گویا اس کے حقوق میں وہ ایک عذاب ہے، ٹھیک اسی قسم کے انتشار ذہنی میں مبتلا، دوسروں میں بھی یہی انارکی پھیلا رہے ہیں اور ٹیم کا دشمن خود ٹیم والوں کو بنا رہے ہیں! ٹیم کے اندر اعلیٰ و ادنیٰ کیسا اور معزز و حقیر کے کیا معنی؟ لیکن انتظامی ضروریات کے لئے مرکزیت پیدا کرنے کیلئے (DEAD LOCK) دور کرنے کے لئے ٹیم کا ایک کپتان ضرور ہوگا پھر کیا ٹیم کے دوسرے کھلاڑی کپتان کے "غلام" ہوتے ہیں؟ ہماری شریعت نے تو اس مرکزیت کی یہاں تک تاکید رکھی ہے کہ اگر دو مسلمان سفر میں ہوں تو ایک کو امیر سفر بنا لیا جائے، ہر شخص کی خانگی زندگی اپنی جگہ ایک غنچی منی سلطنت ہوتی ہے بجٹ کیونکر تیار ہو، آمد و خرچ میں توازن کیسے قائم رہے، خوراک میں کیا بندوبست ہو، مسکن و لباس کے مسئلے کس طرح حل ہوں۔ بیماروں کے علاج کی کیا صورت ہو، لڑکوں کی تعلیم و تربیت کس راہ پر لگے وغیرہا۔ یہ سارے امور جس طرح بڑے بڑے مدبرین سلطنت کے سوچنے، سمجھنے اور طے کرنے کے ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ بہت ہی چھوٹے پیمانے پر سہی، ہر میاں بیوی کے لئے قابل غور رہتے ہیں۔ ان کے ایک جزو کا مالک و مختار مرد ہوتا ہے اور دوسرے کی کنجی بیوی کے ہاتھ میں ہوتی ہے، کما کر مرد لائے گا ——— کمائی کو سلیقہ کے ساتھ ٹھکانے عورت لگائے گی زمین میں غلہ مرد بوئے گا، گوڑے گا، جوتے گا، ہل چلائے گا۔ عورت اس غلہ کو پھٹکے گی پیسے گی گوندھے گی، روٹی پکائے گی ——— مریض بچوں کو لیکر ڈاکٹر کے یہاں باپ جائے گا۔ دوا ماں پلائے گی، ہاتھ پیر وہ سہلائے گی۔ غرض

جہاں تک اندر کی زندگی کا تعلق ہے، عورت اپنی چھوٹی سی سلطنت کی رانی یا ملکہ ہوتی ہے۔ اسلام نے اس کو یہی مرتبہ بخشا ہے اور اس کو زبانِ حکمت ترجمان سے یوں ادا کرایا ہے کہ:

اَلدُّنْیَا کُلُّھَا مَتَاعٌ وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا اَلْمَرْاَۃُ الصَّالِحَۃُ

اس دار نا پائیدار میں بہترین جنس اچھی اور پاک بیوی ہے۔ (مشکوٰۃ، کتاب النکاح فصل اول)

اور پھر مرد و عورت کا کپتان کہی (وَلِلرِّجَالِ عَلَیْھِنَّ دَرَجَۃٌ) اور گھر کی سلطنت کا افسر بھی (اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ) لیکن آدم زاد کی قوتِ جسمانی اور دور اندیشی کے مقابلہ میں حوّا زادی کے پاس کم از کم ایک روشن پہلو مسلسل صبر و تحمل اور ایثار و جاں نثاری کا ہے جس نے اس کا درجہ باپ سے کچھ اونچا ہی کر رکھا ہے، ہم میں کون ایسا ہے، جسے سخت سے سخت مشقتوں کے باوجود مسلسل نو نو مہینے تک اپنے بطن کے اندر رکھے ہوئے اس کی ماں نہیں جلتی پھرتی رہی ہے؟ ڈیڑھ ڈیڑھ اور دو دو برس تک رضاعت نہیں کی ہے؟ ہر وقت کی دیکھ بھال، حفاظت و کفالت، اپنے ذمہ نہیں رکھی ہے؟ حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ کُرْھًا وَّوَضَعَتْہُ کُرْھًا وَحَمْلُہٗ وَفِصَالُہٗ فِیْ عَامَیْنِ

اور پھر ان سب سے بھی دشوار تر اور اہم ترین کام، نومولود کی سیرت سازی اور اس کی تربیت کی تشکیل اور تکمیل کس کے حصہ میں رہی ہے؟

غم ہم کو دیا ہے جو مشکل نظر آیا!

دنیا کی عمر جب سے قائم ہے اس مشکل ترین اور نازک ترین ذمہ داری کو آج تک عورت ہی نے جھیلا، نباہا، سنبھالا ہے۔ اور یہی راز ہے اس کا کہ جنت باپ کے نہیں ماں کے قدموں کے نیچے ارشاد ہوئی ہے!

دو مسافر ہیں جو ایک لمبا سفر ایک اجنبی ملک کا شروع کرنے والے ہیں ایک ان میں سے ٹائم ٹیبل گائڈ بک خریدتا ہے، پرانے مسافروں سے مل کر، مسافت کا، جغرافیہ کا، موسم کا، آب و ہوا کا، طرزِ معاشرت کا، ایک ایک چیز کا حال پوچھتا ہے، کرایہ کیا پڑے گا، راستہ کون سا اختیار کرنا ہوگا، زبان کی اجنبیت کیسے حل ہوگی، وغیرہ وغیرہ ہر چیز جان لیتا ہے۔ دوسرے صاحب ہیں جو آغازِ سفر کے وقت صاحبِ تجربہ سے مشورہ کرنا اپنے عزم، آزادی سفر کی توہین سمجھتے ہیں کہتے ہیں کہ جب میں چاہوں گا، جس سمت چاہوں گا سامان کے ساتھ جس حال میں ہوں گا چل کھڑا ہوں گا ــــ عورت کے نادان دوست جو آج نوجوان، کمسن، ناتجربہ کار لڑکوں لڑکیوں کے درمیان یہ پروپیگنڈہ کرنے اٹھے ہیں کہ جو جس سے چاہے، بلا والدین کی وساطت و مشاورت کے شادی رچائے، ٹھیک اس قسم کی آزادی کے مبلغ ہیں ان خود پسندیدہ شادیوں کے جو نتیجے فرنگیوں کے ملک میں نکل رہے ہیں اور طلاق و تفریق کے جو جو فضیحتے وہاں کی عدالتوں اور اخبارات کے صفحات کی رونق بنے رہتے ہیں۔ ان کے مختصر لمعاوہ کے لیے بھی اس مضمون میں گنجائش کہاں سے نکالی جائے؟

یہ حقیقت صرف شریعتِ اسلام نے پیشِ نظر رکھی ہے کہ نکاح نام ہے حتی الامکان عمر بھر کیلئے ایک معاہدہ کا، ہر وقت کے ہر قسم کے سابقہ کا بچہ جس طرح ہمیشہ بچہ نہیں رہتا۔ نوجوان اسی طرح نوجوان ہی نہیں بنا رہتا۔ شادی کی رات بہر حال چند گھنٹے کی عمر لیکر آتی ہے اور شادی کا دن بہر حال دن ہی بھر کا ہوتا ہے۔ ہر سن اور ہر دن نئے نئے مسائل سامنے لائے گا۔ اور خود نوجوانی میں بھی ایک ہی قسم کے نہیں بیسیوں مختلف و متضاد جذبات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ لازمی ہے کہ اپنی پسند و انتخاب کے ساتھ اپنے مخلص ترین و تجربہ کار بزرگوں کے مشوروں کو شریک رکھا جائے اور یہی راز ہے ہماری شریعت میں نکاح کے لیے ولی کی اہمیت کا! آج جنھیں جوانی سے اترا ہوا، بوڑھاپے کی طرف جھکا ہوا دیکھا جا رہا ہے۔ آج نہ سہی کل وہ بھی نوجوان ہی تھے اور نو عمری کے جذبات سے پوری طرح لذت آشنا و سرشار!

گذر جگی ہے یہ فصلِ بہار ہم پر بھی!

واقف اس کوچہ کے قدم قدم سے آگاہ اس وادی کے ایک ایک پیچ و خم سے ــ

معلوم ہیں تجھ کو ترے احوال کہ میں بھی
مدت ہوئی گزرا تھا اسی راہگزر سے

نکاح اسلام کی نظر میں ایک معاہدہ ہے ایک طرف سے اطاعت کا خدمت کا دوسری طرف حفاظت کا کفالت کا اور دونوں طرف سے محبت کا، امانت کا، رفاقت کا، وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً ۔ ایک نسبتاً ضعیف و نازک مخلوق زبان ہار رہی ہے کہ اپنے کو سپرد کر رہی ہوں دوسرے کے۔ دوسری نسبتاً قوی اور صاحبِ اقتدار ہستی قول دے رہی ہے کہ میں قبول کر رہا ہوں دوسرے کی ذمہ داری کو۔ اور دونوں اس قول و قرار پر گواہ ٹھہرا رہے ہیں۔ قطع نظر ان دو عاقل و بالغ گواہوں کے جن کا تعلق صرف دنیا کے ضابطہ سے ہے، خود عالم الغیب والشہادۃ اور اس کی غیبی و شہودی قوتوں کو، نہ ہو کہ عمر کے کسی مرحلے میں حیاتِ منزل کے کسی شعبے میں غفلت کے کسی لمحہ میں نگاہِ استقامت بھٹکے قدم ثبات پھسلے، مرد چونکہ ٹیم کا کپتان ہے قوّام ہے، با اختیار زیادہ ہے۔ اس لیے قدرۃً خطاب، خطبہ بھر میں براہِ راست مرد ہی سے ہوتا ہے اور حجۃ الوداع کے مشہور و معروف خطبہ میں زبانِ نبوت نے مردوں سے خطاب کی صراحت کر دی ہے۔

اِتَّقُوا اللّٰہَ فِی النِّسَاءِ،

ڈرتے رہو اللہ سے عورتوں کے حقوق کے باب میں۔

پرہیز کی تاکید اس کو کی جاتی ہے جس سے بدپرہیزی کا خطرہ ہی زیادہ ہوتا ہے، اور اختیارات محدود اسی کے کیے جاتے ہیں جسے حکمرانی کا اختیار ہوتا ہے۔

حدیث کی ہر کتاب میں کتاب النکاح کے ماتحت ایک باب "عشیرۃ النساء" کا یا مثل اس کے ملے گا ــ اور وہ بھرا پڑا ہوگا۔ بیوی کے ساتھ حسنِ معاشرت، رفق و ملاطفت کی تفصیل و تاکید سے یہ سب تفسیر ہے حکمِ قرآنی وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ کی ــ قولِ رسول پاک کو کان لگا کر سنیے تو صاف یہ آوازیں سننے میں آئیں گی کہ کھلاؤ پہناؤ بیوی کو اپنی طرح رکھو معاشرت میں، معیشت میں اپنی سطح پر بات نکتہ چینی و دل شکنی کی زبان پر نہ لاؤ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حق پہچانو بیوی کے سارے برتاؤ میں۔ یعنی جو معاملات بھی برتنے میں آئیں ان کا طریقہ بہتر سے بہتر رہے اور شستہ سے شستہ، نہ ہو کہ دیکھنے والے سمجھیں کہ کسی بھک منگی کی جھولی میں خیرات کی روٹی کا ٹکڑا ڈالا جا رہا ہے۔ ان کی اصلاح کی کوشش یقیناً کرو لیکن اس میں بھی لحاظ ان کی نزاکت کا رکھو، کمان کو اتنا نہ جھکاؤ کہ ٹوٹ کر بجائے اور تو اور مومن کے ایمان تک کا معیار یہ ارشاد ہوا ہے کہ ایمان کامل ترین اس کا ہے جو نرم ترین ہے اپنے اہل کے حق، اپنی عورتوں کے باب میں، عملِ رسول پاک کا دیکھنا چاہیئے تو اس شفاف مرقع میں یہ صاف دیکھ لیجئے، کہ آپ اپنے اہل سے ہنس بول رہے ہیں، پوری بے تکلفی اور خوش خلقی کے ساتھ کوئی بیوی صاحبہ کبھی کوئی کڑی کھری بول اٹھتی ہیں تو آپ صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں جو بیوی صاحبہ کسن ہیں ان کی رعایت سے آپ ان کے کھیل تماشہ، تفریح میں شرکت فرما رہے ہیں، یہاں تک کہ شب کو جب آپ مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کے لیے بستر مبارک سے اٹھ کر قبرستان کو جانا چاہتے ہیں تو اٹھتے آہستہ سے ہیں اور یہ سارا اہتمام آہستگی کا اس لیے کہ پاس سونے والی بیوی صاحبہ کے آرام میں بلا ضرورت خلل نہ پڑے!

چار خصلتیں

آدمی کا دین اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک اس کے اندر چار خصلتیں نہ پائی جائیں۔ (۱) لوگوں کی چیزوں سے ابد منقطع کرے (۲) گالی سنے اور صبر کرے (۳) جو اپنے لئے پسند کرے وہی تمام مسلمین کے لئے پسند کرے۔ (۴) اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر اعتماد کرے۔

مجلسِ نشریاتِ اسلام

"مجلس نشریات اسلام کراچی پاکستان کا ایک معروف اشاعتی ادارہ ہے، جس کے ناظم مولانا فضیل ربی ندوی صاحب ہیں، وہ اپنے ادارہ سے ہندوستان پاکستان اور دیگر ممالک کے مصنفین اور مؤلفین کی دینی، علمی، تاریخی، فقہی، اصلاحی، اور دعوتی کتابیں برابر شائع کرتے رہتے ہیں۔ وہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی تقریباً ساری کتابیں شائع کر چکے ہیں، اس طرح انھوں نے ایک بڑی خدمت انجام دی ہے۔

ہندوستان کے مصنفین میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی اور مولانا شمس الحق ندوی کے علاوہ یہاں کے بہت سے اہل علم اور مصنفین کی اہم اہم کتابیں شائع کر چکے ہیں۔

اہل علم اور مطالعہ کے شوقین احباب ذیل کے پتہ پر رجوع کریں۔

مجلس نشریات اسلام
۱۔کے۔۳۔ ناظم آباد مینشن، ناظم آباد کراچی ۱۸
فون: ۶۲۱۸۱۷ - ۶۲۰۸۹۶

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی کے

قرآنی مضامین کا مجموعہ

قرآنی افادات

قابلِ مطالعہ کتاب عوام و خواص کیلئے یکساں مفید

صفحات ۵۶۸	سائز ۲۰×۲۶/۸	ہدیہ ۱۳۰/= روپے	عمدہ کاغذ	خوبصورت سرورق

ملنے کا پتہ : ● ندوی بک ڈپو، دارالعلوم ندوۃ العلماء پوسٹ بکس۔ ۹۳، لکھنؤ۔ فون: 328630

امتِ مسلمہ کا عملی کردار

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(۳)

یورپ کے تمدن پر مسلمانوں کے مذہبی و فکری اثرات

جن اہم اور بنیادی میدانوں میں اسلامی تہذیب و تمدن کے انمٹ اثرات پڑے ان میں پہلا میدان عقیدہ اور دین کا ہے

یہ حقیقت ہے کہ ساتویں صدی عیسوی سے لے کر موجودہ دور میں بیداری کی لہر دوڑنے تک یورپ میں مذہبی اصلاح کے نام پر جو تحریکات اٹھیں ان میں اسلامی تہذیب کے اثرات رہے کیونکہ اسلام ہی نے پوری قوت کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ اللہ ایک ہے اور تنہا وہی قادرِ مطلق ہے اسی کا اختیار اور اقتدار ہے، وہ جسم اور ہر قسم کے نقص اور کمی اور ظلم و زیادتی سے پوری طرح پاک اور منزہ ہے اسی طرح اس نے یہ بھی اعلان کیا کہ انسان کو خدا کی عبادت کرنے اس کے ساتھ تعلق و ابستہ کرنے میں علماء و مشائخ، پوپ پادریوں اور پروہتوں کو ذریعہ بنانے کی ضرورت نہیں وہ براہ راست اپنے پروردگار کو پکاریں اور براہ راست اسی سے مانگیں، اس کو ہر شخص کے لئے حاضر و ناظر سمجھیں وہ سب کی براہ راست سنتا اور سب کو دیتا ہے یہ وہ عقیدہ ہے جو دوسری قوموں کے ذہن کے دریچوں کو کھول کر اور ان کا شعور بیدار کر کے ان کے لئے اچھے اور مفید اصولوں کو اپنانے کا ۔۔۔ بڑا سبب بنا، یہ وہ وقت تھا کہ دوسری قومیں سخت مذہبی جھگڑے کی ہتھکڑیوں میں جکڑی ہوئی تھیں ان کو کسی قسم کی آزادی حاصل نہیں تھی، ان کے افکار و خیالات، اموال و ابدان غرض ساری چیزوں پر مذہبی پیشواؤں کا اقتدار تھا، وہ ان کے ساتھ جو چاہتے سلوک کر سکتے تھے، تو ان حالات میں جبکہ شرق و غرب میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ چل پڑا تھا اور بہت سے ممالک اس کے زیر نگیں آچکے تھے، یہ طبعی بات تھی کہ پڑوس کی اقوام سب سے پہلے عقیدے سے متعلق اسلامی بنیادوں اور اصولوں سے متاثر ہوں اور ایسا ہی ہوا چنانچہ ساتویں صدی عیسوی میں مغربی ممالک میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جو تصویر کی عبادت پر تنبیہ کرنے لگے اور ان کے بعد ایسے لوگ بھی اٹھ کھڑے ہوئے جو اللہ اور بندوں کے درمیان واسطہ کا انکار کرنے لگے اور جو کتب مقدسہ کو سمجھنے میں دینی رہنماؤں کے اثر اور نگرانی سے آزاد ہو کر خود سے سمجھنے کی دعوت دینے لگے، متعدد محققین ذکر کرتے ہیں کہ مارٹن لوتھر اپنی مذہبی اصلاحی تحریک چلانے میں فلاسفہ عرب اور مسلم علماء سے متاثر تھا کیونکہ اس نے دین عقیدہ اور وحی کے سلسلہ میں ان کے خیالات پڑھے تھے، اس کے زمانہ میں یورپ کی درسگاہیں مسلم فلاسفہ ہی کی کتابوں پر تکیہ کرتی تھیں جو ..... لاطینی زبان میں منتقل ہو گئی تھیں۔ دین و سلطنت کے درمیان جدائی کی تحریک جس کا انقلاب فرانس میں علم بلند کیا گیا وہ دراصل ان سخت اور پر تشدد نظریات سے کا نتیجہ تھی جو تین بلکہ اس سے زیادہ صدیوں تک یورپ پر چھائی رہیں کیا اسلامی تہذیب کا ۔۔۔۔ احسان تھا کہ اس نے صلیبی جنگوں کے راستہ سے اور اندلس کے راستہ سے یورپ کے دماغ کی چنگاری کو بھڑکایا اور اس کا شعور بیدار کیا۔

یورپ کا علمی فروغ مسلمان علماء کا رہین منت

دوسرا میدان جس میں اسلامی تہذیب کا اثر واضح طور پر ظاہر ہوا وہ علم اور فلسفہ کا میدان ہے۔ طب، ریاضیات، علم کیمیاء، جغرافیہ اور فلکیات پر اس نے جو اثر ڈالا وہ ناقابل فراموش ہے۔ ہمارے علماء اور فلاسفہ ہی کی آواز پر یورپ خواب غفلت سے بیدار ہوا، وہ اشبیلیہ، قرطبہ اور غرناطہ وغیرہ کی مسجدوں میں ان کے علوم کا درس دیتے تھے، یورپ کے ابتدائی طلباء جو ہمارے مدارس کا رخ کرتے تھے۔ بڑے شغف اور دلچسپی کے ساتھ ایسی آزاد فضا میں یہ علوم حاصل کرتے تھے جس کی اپنے ملک میں وہ کوئی نظیر نہیں دیکھتے تھے اس وقت جب ہمارے علماء اپنے علمی حلقوں اور اپنی کتابوں میں زمین کی کروی شکل اور اس کی گردش اور دوسرے اجرام سماویہ کی حرکت کے متعلق بیان کرتے تھے۔ اہل یورپ کے دماغ ان حقائق کے بارے میں اوہام و خرافات سے بھرے ہوئے تھے یہیں سے اہل مغرب میں ان کتابوں کے عربی سے لاطینی زبان میں ترجمہ کرنے کا رجحان پیدا ہوا اور ہمارے علماء کی کتابیں مغرب کی درسگاہوں میں پڑھائی جانے لگیں، بارہویں صدی میں ابن سینا کی طب کی مشہور کتاب "القانون" کا ترجمہ کیا گیا، اسی طرح تیرہویں صدی کے اواخر میں رازی کی "الحاوی" بھی ترجمہ ہو کر لاطینی زبان میں منتقل ہوئی یہ کتاب

القانون کے مقابلہ میں بہت وسیع اور ضخیم ہے۔ یہ دونوں کتابیں سولہویں صدی تک یورپ کی درسگاہوں میں طب کی تدریس کی بنیاد بنی رہیں، جہاں تک فلسفہ کی کتابوں کا تعلق ہے تو وہ اس سے زیادہ وہاں رائج ہوئیں بلکہ اہل مغرب کو فلسفہ یونان سے واقفیت ہمارے علماء ہی کی کتابوں اور ان کے ترجموں کے ذریعہ سے ہوئی۔ یہیں سے بہت سے انصاف پسند مغربی دانشور اعتراف کرتے ہیں کہ آٹھویں صدی تا چودھویں صدی اسلامی علماء یورپ کے استاذ بنے رہے۔

مغربی اہل علم کا اعتراف

مشہور مغربی فاضل غوستاف لوبون نے لکھا ہے: عربوں کی کتابوں کے ترجمے بالخصوص علمی کتابیں پانچ چھ صدیوں تک یورپ کی دانش گاہوں میں تدریس کا تقریباً اصل نصاب رہیں، ہم کہہ سکتے ہیں کہ علم طب وغیرہ میں عربوں کا اثر آج تک ..... باقی ہے چنانچہ گذشتہ صدی کے اواخر میں ..... ابن سینا کی کتابوں کی شروحات لکھی گئیں۔ یہی عالم آگے لکھتا ہے کہ راجر بیکن، یونارد البیزی، ارنو الیلوی، ریمون لول، سان توما البرٹ کبیر، اذفونش عاشر قشتالی نے صرف عربوں کی کتابوں کا سہارا لیا۔

میسورنیاں کا کہنا ہے کہ البرٹ کبیر ابن سینا کا مرہون منت ہے اور سان توما اپنے فلسفہ میں ابن رشد کا ممنون ہے۔

جرمن مستشرق پروفیسر سیدیو لکھتا ہے: قرون وسطیٰ میں تنہا عرب تہذیب و تمدن کے علمبردار تھے انھوں نے یورپ کی بربریت کو مٹایا جس کو شمالی قبائل کے حملوں نے متنزل اور کمزور کر دیا تھا، اور عربوں نے فلسفہ یونان کے زندہ جاوید جسموں کی طرف رخ کیا تو انھوں نے وہاں سے جو علمی خزانے حاصل کئے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اس کو اور وسعت دی اور نیچر کے مطالعہ کے نئے دروازے کھولے۔

مزید کہتا ہے کہ عربوں نے جب علم ہیئت کو اپنایا تو ریاضی کی ساری شاخوں پر خاص توجہ دی اس میں انھیں کو سبقت حاصل ہے۔ فی الواقع اس میدان میں وہ ہمارے استاد تھے۔

اور آگے لکھتا ہے۔ عربوں سے اہل یورپ نے ابتداءً جو علوم حاصل کئے اس سلسلہ میں جب ہم غور و خوض کرتے ہیں اور تحقیق سے کام لیتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ جربرت نے (جو سلفستر دوم کے نام سے بابا کے مقام پر فائز ہوا) اندلس میں جو علم ریاضی کی تعلیم حاصل کی تھی ۹۷۰ء اور ۹۸۲ء کے مابین اس کو یورپ لے آیا۔ اور اوہلارڈ نے ۱۱۱۰ء اور ۱۱۳۵ء کی درمیانی مدت میں اندلس اور مصر کے چکر کاٹے اور اقلیدس کی کتاب "الارکان" کا عربی سے ترجمہ کیا، جس سے اہل مغرب بالکل ناآشنا تھے۔ افلاطون تیمولی نے تاذوسیوس کی کتاب "الاکر" کو عربی سے لاطینی میں منتقل کیا۔ رودلف بروجی نے بطلیموس کی زمین سے آباد حصہ سے متعلق جغرافیہ کی کتاب کا عربی سے ترجمہ کیا۔ لیونارڈ البیزی نے ۱۲۰۰ء کے آس پاس جبر میں ایک رسالہ لکھا یہ علم اس نے عربوں سے حاصل کیا تھا۔ کیتانوس نبری نے عربوں ہی سے تریویں صدی عیسوی میں اقلیدس کی کتاب کا بہت عمدہ ترجمہ کیا اور اس کی شرح بھی کی۔ اسی صدی میں فیتلیون بولونی نے حسن بن الہیثم کی کتاب "المناظر" کا ترجمہ کیا اور جیرارد کریمونی نے اسی صدی میں بطلیموس کی مجسطی اور جابر کی شرح کا ترجمہ کر کے ٹھوس اور حقیقی علم فلکیات کو بہت عام کیا۔ ۱۲۵۰ء میں اذفونش قشتالی نے علم فلکیات کے زائچوں کو رواج دینے کا حکم دیا جو اسی کے نام سے معروف ہیں۔ جب ایک طرف رومن اسپائر فریڈرک دوم بھی عربوں کے علوم و فنون کے مطالعہ پر آمادہ کرنے میں اس سے پیچھے نہیں تھا۔ ابن رشد کے اس شہنشاہ کے دربار شاہی میں رہ کر اس کو نباتات اور حیوانات کی تاریخ سکھاتے ہوئے ملڈ کانات سے متعلق اپنی کتاب میں ذکر کرتا ہے کہ کیمیاوی ادویہ کے موجد عرب ہی ہیں اور عرب ہی سے وہ ابتدائی ٹھوس تعلیمات آئیں جس کی نسبت سالیرم کی درسگاہ کی طرف کی جاتی ہے، جنوبی یورپ میں ایک زمانہ بعد یہ تعلیمات عام ہوئیں، جڑی بوٹیوں کا علم اور طب جن دو چیزوں پر فن علاج و شفاء کی بنیاد ہے، ایک ہی وقت میں علم نباتات اور علم کیمیا کے مطالعہ کا سبب بنا، دو مختلف راستوں سے اور عربوں کے ذریعہ اس علم کے ایک جدید دور کا آغاز ہوا۔ عالم نباتات سے عربوں کی گہری واقفیت ہی کا نتیجہ ہے کہ انھوں نے ڈیفوریدس کے پودوں میں دو ہزار پودوں کا اضافہ کیا۔ اسی طرح عربوں کی جڑی بوٹیاں اور ترکیب ادویہ کا علم بہت سے ایسے پودوں پر مشتمل ہے جس سے اہل یونان بالکل ہی ناواقف تھے۔ رازی اور ابن سینا کے متعلق سیدیو لکھتا ہے کہ وہ دونوں اپنی کتابوں کے ذریعہ ایک زمانہ دراز تک مغربی درسگاہوں پر چھائے رہے۔ اور ابن سینا تو یورپ میں طبیب ہی کے نام سے معروف ہوا۔ وہاں کی درسگاہوں پر تقریباً پانچ صدیوں تک بلا شرکت غیرے اسی کا اثر و اقتدار قائم رہا، اس کی پانچ حصوں پر مشتمل ضخیم کتاب "القانون" ترجمہ ہو کر کئی دفعہ شائع کی گئی کیونکہ فرانس اور اٹلی کی دانش گاہوں میں اسی کو بنیاد سمجھا جاتا تھا

(جاری)

نظامِ تعلیم و تربیت اور مسلمانوں کا فرضِ منصبی

تحریر:۔ مولانا سید محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ:۔ محمد شعیب ندوی پرتاپ گڈھی

عقیدۂ توحید وہ حد فاصل ہے جو مسلمانوں کو (جن کا مقصد حیات رضاء الٰہی کی طلب ہے) دیگر اقوام سے اس طرح جدا کر دیتا ہے کہ دونوں کے معاشرت و بیشت ماغراض و مقاصد، افکار و نظریات، اور طرز زندگی میں نمایاں فرق نظر آتا ہے کیونکہ مسلمانوں کا مقصد زندگی اور ان کا فرض منصبی یہ ہے کہ وہ انسانوں کی غلامی سے نکال کر خدائے واحد کی عبادت و پرستش، اور دنیا کی تنگی سے اس کی وسعت مذاہب و ادیان کے ظلم و جور سے اسلام کے عدل و انصاف میں داخل کریں اور خود کشی پر آمادہ انسانیت کا ہاتھ پکڑ کر مادیت و شہوانیت کے دلدل سے نکال کر رضائے الٰہی کی طلب کے جذبہ سے اس طرح سرشار کردیں کہ رحمتِ الٰہی انھیں اپنی آغوش میں لے لے اور وہ محبت الٰہی کی لذت اور ایمان کی حلاوت و چاشنی سے آشنا ہو جائیں تاکہ راحت و آرام عیش و عشرت کے سارے مادی اسباب و وسائل ہونے کے باوجود دولتِ چین و سکون سے محرومی کا اصل راز ان پر کھل جائے۔

جرأت مندانہ اقدام کی ضرورت:

اس عقیدہ کا تقاضہ یہ ہے کہ افکار و نظریات نصاب درس و نظام تعلیم میں بامقصد و سود مند تبدیلی پیدا کرنے اور اعلیٰ و افضل اسلامی اصول کے نفاذ کے لئے نہایت ٹھوس اور جرأت مندانہ اقدام کیا جائے تاکہ اس نظام کی برکت سے ایک طرف نونہالان اسلام اسلامی اصول و اقدار کی عظمت و محبت سے سرشار ہوں تو دوسری طرف ان کے دلوں میں مادی فلسفوں، نسلی بنیادوں پر کمزوروں پر ظلم و جبر اور لذت پرستی و شہوت رانی سے نفرت، ناجرانہ دعوؤں کی گندگی اور اس میں مضمر انسانی عظمت کی پامالی سے گھن پیدا ہو جائے۔ اگر کوئی فریب خوردہ اس کو رجعت پسندانہ دعوت سمجھ کر باعث ندامت و شرمندگی قرار دیتا ہے۔ تو کان کھول کر یہ سُن لے کہ یہ تہذیب خود وہیں کے مفکرین کی نظروں میں ہلاکت کا شکار ہو چکی ہے اور خود اپنے ہاتھوں اپنا گلا گھونٹ چکی ہے اور جو بھی مغرب کی ڈوبتی اور شکستہ کشتی پر سوار ہوگا وہ ڈوب کر رہے گا۔

ایمان ہماری اساس و بنیاد اور سرچشمۂ طاقت و قوت ہے جس کی بدولت ہمیں "کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ" کی نوید جانفزا سنائی گئی ہے اور ہر وہ نظام تعلیم و تربیت جو غیر اسلامی بنیادوں پر قائم ہو گا وہ نہ کبھی سے محفوظ رہ سکتا ہے اور نہ طوفانِ حوادث کا مقابلہ کر سکتا ہے آج اگر ہم اس خام خیالی میں مبتلا ہیں کہ مغرب کا مقابلہ اس کی تہذیب و تمدن سے آراستہ اور اس کے افکار و نظریات سے مکمل واقفیت حاصل کئے بغیر ناممکن ہے تو یہ سراسر فریب نفس ہے بلکہ آج مغرب جس دولت ایمانی سے محروم ہے وہی ہماری فتح و کامرانی کی اصل شاہ کلید ہے۔

جدید نسل کے خیالات و نظریات کی ایک جھلک

دین و مذہب کی باتیں صرف فرسودہ خیالات کا مجموعہ اور ایک ایسے طرز حیات کی داعی ہیں جو عصر حاضر کے تقاضوں کی تکمیل سے عاجز و بے بس ہے جس کا اخلاق و معاشرت تہذیب و تمدن سے کوئی ربط ہے اور نہ ان معاملات میں اس کو مداخلت کا کوئی حق، وہ تو تہذیب و تمدن، علم و فن کا دشمن اور قدیم طرز حیات کا داعی ہے جبکہ ترقی زمانہ کے ساتھ جدید علوم و فنون کے حدود بھی وسیع تر ہو چکے ہیں بے دینی کے سبب یہ خیالات و نظریات ہماری جدید نسل کے بن چکے ہیں۔

نئی نسل کی تربیت سے غفلت ایک جرم عظیم

اس قسم کے مہلک و خطرناک افکار و نظریات ہماری جدید تعلیم یافتہ نسل کا محدود فکر و نظر بن چکے ہیں، لیکن اس میں سراسر خطا و قصور ہمارا ہے کہ ہم نے اس کے ذہن و دماغ کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش اور معقول بندوبست نہ کیا۔ اور نہ ان میں ایمان و اسلام کی عظمت و محبت اور اس کی عقیدت کو پیوست کیا بلکہ ہم نے انھیں ایسا بے بس و لاچار بنا کر چھوڑ دیا کہ

وہ ہر طرف سے خطرات سے دوچار اور دشمنوں کا لقمۂ تر بن گئے ہیں۔ چنانچہ اسلامی افکار و نظریات پر اس کی تعلیم و تربیت اور اس کی خوابیدہ و پراسرار صلاحیتوں سے پورا فائدہ اٹھانا وقت کا ایسا اہم اور نازک کام ہے جس کا اہتمام و انتظام ہمارا اولین فریضہ اور عظیم ذمہ داری ہے ورنہ قیامت کے روز اللہ کے سامنے اس سلسلہ میں سوال ہوگا۔

نظام تعلیم میں از سر نو غور و فکر کی ضرورت

اس سلسلہ میں ہمارا سب سے اولین فریضہ یہ ہے کہ نئی نسل کی تربیت اس انداز سے کریں کہ اس کا سینہ عقیدۂ توحید سے معمور اس کا قلب نور ایمان سے منور اور سوز عشق سے مخمور اور دین اسلام پر فخر سے بھرپور ہو۔ اور تعلیم کے ہر مرحلہ میں (ابتدائی تعلیم سے لیکر مرحلہ تکمیل تک) اسی کا عنصر غالب رہے نظام تعلیم میں معمولی تبدیلی یا صرف چند نظریاتی اسباق، اور ہفتہ یا مہینہ میں ایک مرتبہ کسی لکچر سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہو سکتا ہے اور نہ کوئی تبدیلی پیدا ہو سکتی ہے، بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم تعلیمی اور تربیتی نصاب میں نظر ثانی کر کے اس کو اس انداز سے مرتب کریں کہ اس میں دینی عنصر نہ صرف غالب ہو بلکہ اس کے تمام پہلوؤں اور شعبوں میں اس طرح سرایت کئے ہوئے ہو کہ ؎

شاخ گل میں جس طرح بادِ سحر گاہی کا نم

کیوں کہ ایمان صرف زبان سے کلمہ پڑھ لینے کا نام نہیں ہے بلکہ وہی ہر مومن کا حاصل زندگی اور اول و آخر اس کی آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز و محور ہے۔ ایمان ہی مومن کا وہ زبردست ہتھیار ہے جس سے پورے عالم میں ایک اسلامی انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے اور مسلمانوں نے سخت ترین حالات اور بدترین موڑ پر کشتی انسانیت موجوں کی طغیانی میں ساحل سے ہمکنار کیا اور صرف اسی ایمان و یقین اور صبر و توکل کی کرشمہ سازیاں تھیں اور اس ایمان کے حصول کے لئے ہمیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی گردن سے مغرب کا جوا نکال کر پھینک دیں۔ کیونکہ ہمارا سب سے بڑا قصور یہ ہے کہ ہم نے وسائل و غایات، ذرائع و مقاصد نیز طبعی و اجتماعی علوم میں بلا کسی تفریق کے اس کی فکری غلامی قبول کر لی اور اس غلامی سے آزادی کا واحد راستہ یہ ہے کہ ہم اپنا نظام تعلیم و تربیت اس طرح مرتب کریں کہ اس کے فیض سے نئی نسل کا سینہ ایمان و یقین سے معمور اور اس کا دل عشق و محبت نبویؐ سے مخمور ہو اور اگر وہ ایک طرف حق کے سپاہی اور باطل کے لئے نشتر ہوں تو دوسری طرف مال و دولت جاہ و منصب کی حرص و طمع سے کوسوں دور ہوں۔

یہی ہمارے نظام تعلیم کا اصل مقصد اور ضرورت انسانی کی تکمیل کا واحد راستہ ہے

دعائے مغفرت

● دار العلوم ندوۃ العلماء کے فارغ التحصیل اور نوجوان صحافی ارشد الغزالی ندوی کا طویل علالت کے بعد لکھنؤ میں ۳۱ر جولائی ۱۹۹۹ء کو انتقال ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم علمی، دینی، ادبی اور ثقافتی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ وہ کافی دنوں تک روزنامہ عزائم اور صحافت سے وابستہ رہے اور ایک پندرہ روزہ اخبار بھی "اخبار الیوم" کے نام سے نکالتے تھے، اور وہ مستقل علمی دینی اور ادبی کاموں میں لگے رہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے مراتب بلند فرمائے۔

● سی، عبد الوہاب صاحب مدراسی سجاد العلوم ندوۃ العلماء کے بہی خواہوں میں ہیں ان کے والد محترم سی عزیز الرحمٰن صاحب کا حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے اپنے وطن پیرمیٹ تمل ناڈو میں مورخہ ۱۶ر جون ۱۹۹۹ء کو انتقال ہوگیا ہے۔

قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

جدید فیشن اور اعلیٰ ڈیزائن اور کندن کے زیورات کا واحد مرکز
حاجی صفی اللہ اینڈ سنس جیولرس
قائم شدہ ۱۹۴۰ء
ممتاز ڈگری کالج کے پیچھے جوتے والی گلی، امین آباد لکھنؤ
برانچ:۔ نگینہ مارکیٹ، جو کشمیر بینک کے سامنے اکبری گیٹ لکھنؤ
فون امین آباد: 213736 رہائش فون: 268177
اکبری گیٹ: 268845 - 251514 — 265536

پیغمبرِ اسلام اور تلوار

"لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ"

(دوسری و آخری قسط) ● ڈاکٹر محمد آصف قدوائی

(تسلسل کے لئے ۲۵ جون ۱۹۹۹ء کا شمارہ ملاحظہ فرمائیے)

(۳) جنگ تمام انسانی افعال میں بلاشبہہ سب سے زیادہ بہیمانہ فعل ہے جنگ کے میدان میں انسان اپنی اشرف المخلوقات کی خلعت اتار کر رکھ دیتا ہے، اور جنگلی درندوں کا جامہ پہن لیتا ہے، لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقدس فرض ہی کے طور پر تلوار اٹھانا جائز سمجھتے تھے، اس لئے آپ نے تمام وحشیانہ طریقوں کی ممانعت کردی اور ایسی اصلاحیں جاری فرمائیں کہ سفاکی، بیدردی اور درندگی کی جگہ عدل و رحم کے جذبات میدانِ جنگ کے بھی اوصاف بن گئے۔

اچانک حملہ کر بیٹھنا یا حملہ آوری میں پیش دستی کرنا جنگی قیادت کا بہترین عنصر زمانۂ قدیم میں بھی سمجھا جاتا تھا۔ اور آج بھی سمجھا جاتا ہے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور اس کے خلاف تھا، اور اس میں آپ کی مصلحت صرف یہی نہیں تھی کہ مسلمانوں پر میدانِ جنگ میں پیش قدمی کرنے کا الزام نہ آنے پائے بلکہ اس سے کہیں زیادہ اہم یہ نکتہ بھی ملحوظ ہوتا تھا کہ دشمن کو جنگ و امن کے مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کا زیادہ سے زیادہ موقع ملے اور اگر آخری لمحہ میں بھی وہ صلح کو جنگ پر ترجیح دینا چاہے تو کوئی چیز مانع نہ ہو۔

چنانچہ جن غزوات میں اسلامی افواج کے قیادت آپ خود فرما رہے ہوتے تھے، ان میں میدانِ جنگ میں صفیں آراستہ کرنے کے بعد آپ کل مجاہدین کو صاف حکم دیتے تھے کہ جب تک دشمن کی فوجیں بالکل قریب نہ آجائیں اپنی جگہ سے کوئی نہ بڑھے، اور جن مہموں میں آپ خود شریک نہ ہوتے تھے، ان میں بھی فوج کو رخصت کرتے وقت آپ اسی قسم کی ہدایات فرمادیا کرتے تھے، مثلاً ۱۰ھ میں حضرت علیؓ تین سو سواروں کے ساتھ عازمِ یمن ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ "جب تم وہاں پہونچ جاؤ تو جب تک تم پر کوئی حملہ نہ کرے تم نہ لڑنا"۔ اسی طرح حضرت معاذ بن انسؓ سے روایت ہے کہ "میں فلاں غزوہ میں آپ کے ساتھ تھا، لوگوں نے دوسروں کے پڑاؤ پر جاکر تنگ کیا اور لوٹا مارا، آپ نے ایک شخص کو بھیجا جس نے منادی کردی کہ جو دوسروں کو ان کے گھروں میں تنگ کرے یا لوٹ مارے اس کا جہاد قبول نہیں"۔ (سیرت النبی جلد اول)

ایک پرانا مقولہ ہے کہ "جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہے"، مگر جس کا فرض زندگی کے ہر شعبہ میں جائز و ناجائز کی دائمی تحدید ہو اس کی نظر میں اس طرح کے شاعرانہ مقولے کچھ وقعت نہیں پاسکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں ضعیفوں، عورتوں، بچوں، ملازموں اور غلاموں کے قتل کی قطعی ممانعت کردی تھی، اور جب مسلمانوں کی فوجیں غنیم کی آبادیوں میں داخل ہوتی تھیں تو انہیں عام طور پر یہ حکم دے دیا جاتا تھا کہ جو لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں یا کسی اور طریقہ سے مقابلہ میں نہ آنے کا ارادہ ظاہر کردیں انہیں مکمل امان دیا جائے۔

اسی طرح خلیفۂ اول حضرت ابوبکرؓ نے بھی جب شام کی طرف فوج روانہ کی تو اس کے نام یہ تاریخی فرمان جاری کیا کہ "دشمنوں سے تمہارے معاہدوں میں جھوٹ یا فریب نہ ہونا چاہیئے، ہر معاملہ میں ایماندار رہو تاکہ تمہاری صداقت اور اعلیٰ ظرفی ثابت ہوجائے۔ اپنے وعدوں اور اپنی باتوں کی سختی کے ساتھ پابندی کرو، راہبوں اور سنیاسیوں کے سکون میں خلل نہ ڈالو اور ان کے مسکنوں کو مسمار نہ ہونے دو"۔ (تاریخ طبری جلد دوم)

اس زمان کے متعلق مشہور انگریز مصنف باسورتھ اسمتھ (BOSWORTH SMITH) تحریر کرتے ہیں کہ "ابوبکر نے شام میں اپنی فوجوں کو حکم دے دیا تھا کہ نہ تو مردوں کے چہرے بگاڑیں، نہ بڈھوں عورتوں اور بچوں کو قتل کریں، نہ پھلدار درختوں کو گرائیں اور نہ ان کے جانوروں کو ماریں علاوہ اس کے کہ کھانے کے لئے ضرورت ہو۔ اور ان کریمانہ اصولوں نے مسلمانوں کی ساری جنگی تاریخ میں جنگی ضوابط کا کام دیا"۔ (اسلام اینڈ سولائزیشن۔ ISLAM AND CIVILISHTION. مصنفہ خواجہ کمال الدین مرحوم)

اور فنلے (FINLAY) نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ "اس نے یہودیوں اور عیسائیوں کو انصاف و حلم اور بردباری کے ایسے اصولوں کا مژدہ سنایا جن پر نہ تو رومی شہنشاہوں اور نہ سخت عقیدہ پادریوں اور پوپوں نے کبھی عمل کیا تھا"۔

(GREECE UNDER THE ROMANS)

یہاں ایک نظر دشمنوں کے ساتھ سلوک کے اس انداز پر بھی ڈال لینا چاہیئے جس کی تعلیم یہود کی شریعت میں پائی جاتی ہے، اور جس پر ان کا عمل تھا، کتاب توراۃ کے باب متی کی یہ سطریں ملاحظہ ہوں:-

"بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کرلیا، ان کے مویشی اور بھیڑ بکری اور مال و متاع

سب لوٹ لیا اور ان کے سارے شہروں کو جن میں وہ رہتے تھے، اور ان کے تمام قلعوں کو پھونک دیا"۔ (۹-۳۱)

"تم ان کے کل بچوں کو قتل کردو اور ہر عورت کو جو مرد کی صحبت سے واقف ہوچکی ہے جان سے مار دو" (۱۸-۳۱)

"لیکن وہ لڑکیاں جو مرد کی صحبت سے واقف نہیں ہوئیں ان کو اپنے لئے زندہ رکھو" (۱۹-۳۱)

"نیز ہندوؤں کی مقدس کتاب "رگ وید" کے ان چند اقتباسات کا مطالعہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا:-

"اس نے پچاس ہزار سیاہ فام دشمنوں کو لڑائی میں موت کے گھاٹ اتارا" (منڈل ۴۔ منتر ۱۶)

"ہم نے داسوں (غلاموں) کے جسموں کو دو حصوں میں قطع کرڈالا۔ قضاء و قدر نے ان کو اسی لئے پیدا کیا تھا"۔ (منڈل ۱۔ منتر ۴۹)

"وہ اندراجس نے درترا کو قتل کیا اور قبیلے کے قبیلے اور گاؤں کے گاؤں کو تہ و بالا کرڈالے"۔ (منڈل ۲۔ منتر ۲۰)

اسیرانِ جنگ پر ظلم کے پہاڑ توڑنا اس زمانہ کی تمام قوموں میں ایک معمولی بات تھی، عرب بھی اس میں کسی سے پیچھے نہ تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بابت تاکید کی کہ عزت و محافیت کے ساتھ رکھے جائیں۔

مسلمانوں کو سب سے پہلے جنگ بدر میں قیدی ہاتھ آئے تھے، یہ لوگ اہل مکہ تھے، اور انکی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی، ان میں بہت سے ایسے تھے جنھوں نے اپنے ہاتھ اور زبان سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اکثر اکابر کو مختلف قسم کی اذیتیں پہونچائی تھیں، چنانچہ آپ نے مناسب جانا کہ ان کے معاملہ میں صحابہ سے مشورہ کرلیا جائے، صحابہ میں رائے کا اختلاف ہوا، ایک گروہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہم خیال تھا جنکی رائے تھی کہ قیدیوں کو جرمانہ لے کر آزاد کردیا جائے، مسلمانوں کو جنگی ساز و سامان کے لئے سرمایہ کی ضرورت تھی، جرمانہ کی رقم اس سلسلہ میں بہت مفید ہوسکتی تھی، اس کے علاوہ رہا ہونے کے بعد اکثر قیدیوں کے ایمان لے آنے کا بھی امکان تھا، صحابہ کا دوسرا گروہ حضرت عمر فاروقؓ کی اس تجویز سے متفق تھا۔ کہ کل قیدیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے کیونکہ وہ سب کے سب کفر اور شرک کے امام اور پیشوا تھے، نہ جانے کتنے مسلمانوں کا خون ان کی گردنوں پر تھا۔ اب موقع تھا کہ ان معصوم شہدا کا قصاص لیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ کی رائے چونکہ نرم دلی پر مبنی تھی، اس لئے رحمۃ للعالمین کو وہی پسند آئی۔ آپ نے حکم دیا کہ قیدیوں میں سے جو جرمانہ ادا کردیں وہ رہا کردیئے جائیں۔ اور جو مقدرت نہ رکھتے ہوں انہیں مدینہ لے چلا جائے، مدینہ پہونچکر جب یہ قیدی صحابہ کے حوالے کئے گئے تو آپ نے تاکید فرمادی کہ ان کو کھانے پینے یا کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ انہی قیدیوں سے روایتیں ہیں کہ صحابہ خود کھجور وغیرہ کھا کر بسر کرلیتے تھے اور ان کو کھانا کھلاتے تھے۔

غزوہ حنین میں چھ ہزار اسیر مسلمانوں کے قبضہ میں آئے تھے۔ آپ نے ان سب کو بلا معاوضہ رہا فرمادیا۔ اور ان کو پہننے کے لئے چھ ہزار جوڑے عنایت فرمائے اور اسیرانِ جنگ کی غیر مشروط رہائی کا یہ کوئی تنہا واقعہ نہ تھا، سیرت پاک میں اس طرح کے متعدد واقعات ملتے ہیں۔

قاضی سلیمان منصور پوریؒ کا کہنا ہے کہ احادیث کی کتابوں میں ایک واقعہ قیدیوں کے تبادلہ کا بھی پایا جاتا ہے، گویا آپ نے چودہ سو برس قبل ایک ایسے معاملہ کو قابلِ عمل ثابت کردیا تھا جس پر کامیابی کے ساتھ عمل پیرا ہونا آج کی مہذب ترین قوموں کے لئے دشوار ہورہا ہے۔

دورانِ جنگ میں دشمن کے مال و اسباب کو لوٹنے کا رواج عام تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی ناجائز قرار دیا۔ ابوداؤد میں ایک انصاری سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک مہم پر گئے ہوئے تھے کہ تنگدستی کے ہاتھوں سخت پریشانی میں مبتلا ہوگئے۔ راستہ میں اتفاق سے بکریوں کا ایک ریوڑ نظر آیا تو سب لوگ بیتاب ہوکر اس پر ٹوٹ پڑے اور بکریاں لوٹ لیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ موقع پر تشریف لائے۔ اس وقت تک گوشت ہانڈیوں میں چڑھایا جاچکا تھا۔ آپ کے ہاتھ میں کمان تھی اس سے آپ نے ہانڈیاں الٹ دیں اور گوشت خاک میں مل گیا پھر فرمایا: "لوٹ کے گوشت اور مردار گوشت میں کوئی فرق نہیں ہے"۔

(سنن ابی داؤد کتاب الجہاد)

مفتوحہ ملک کے جواہر و دولت ہاتھ آتا تھا وہ فاتح کا حق سمجھا جاتا تھا، اور عیش و عشرت کے چراغ روشن کرنے اور رقص و سرود کی محفلیں گرم کرنے کے کام میں لایا جاتا۔ اور دربار کے امراء اس سے حسبِ حیثیت مستفید ہوتے تھے آپ نے بحکم خداوندی اس میں محتاجوں، بے بسوں اور لاوارثوں کے حقوق مقرر فرمائے۔

وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ۔

ترجمہ:- اور جان لو کہ جو کچھ تمہیں غنیمت میں حاصل ہو۔ اس کا پانچواں حصہ خدا کیلئے اور رسول کا اور رشتہ داروں کا اور یتیموں کا اور غریبوں اور مسافروں کا (الانفال-۴۱)

(۴) دنیا میں دلیری اور شجاعت اور جنگجوئی اور سپہ سالاری کے عظیم الشان کارناموں کی کمی نہیں ہے،

تاریخ کے مختلف دوروں میں کرۂ ارض کے مختلف حصوں سے ایسی زلزلہ بردوش ہستیاں اٹھتی رہی ہیں، جنھوں نے اپنی تلواروں کی نوکوں سے دنیا کے طبقے الٹ دیئے ہیں۔ لیکن کیا کبھی ان کی فتح و نصرت کی بازگشت روحِ انسانی کے نہاں خانوں میں بھی سنی گئی ہے؟ کیا ان کی تلواریں اوہام و خیالاتِ فاسدہ کی بیڑیاں کاٹ کر تہذیب و معاشرت کا کوئی نیا خاکہ کبھی پیش کرسکی ہیں۔ اور کیا کبھی کسی سکندر یا چنگیز یا نپولین کی قوتِ بازو کے صدقہ میں انسانیت کو اس کے قلب و روح کی سیاہی، ناپاکی اور زنگ آلودگی سے نجات مل سکی ہے؟

برخلاف اس کے انبیاء علیہم السلام کے پیشِ نظر ہمیشہ ہمارے باطن کی اصلاح رہی ہے۔ انھوں نے ہماری روحانی و اخلاقی خامیوں اور بیماریوں کے علاج بہم پہونچائے ہیں وہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ "تن کی دنیا" دراصل "من کی دنیا" ہی کا پرتو ہے اور جب تک انسانوں کے ادراک و احساس و اخلاق کو سنوارا نہ جائے اس کی خارجی دنیا کا سنورنا محال ہے۔

نبی اگر سر پر خود پہن کر اور ہاتھ میں تلوار لے کر میدانِ جنگ میں آتا بھی ہے تو اس کی مثال اس ماہر جراحت کی ہوتی ہے جو ہاتھ میں نشتر لے کر آپریشن کی میز کے پاس جاتا ہے

متعدد بار صحابۂ کرام نے یہ منظر خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ معرکۂ کارزار گرم ہے، تیروں کی بارش ہو رہی ہے، تلواریں چمک رہی ہیں سر تن سے جدا ہو رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک سجدۂ نیاز میں خم ہے، توکل کی مسیحا دعاؤں کے تیر یقین کی زرہ، صداقت کی شمشیر یہ ہیں ایک نبی کے اسکول خانے کے اصلی آلاتِ حرب۔

یہ بھی ایک روشن حقیقت ہے کہ تمام غزوات میں ایک بار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک خون آلود نہیں ہوا۔

(۵) اب آیئے ایک نظر غزواتِ نبوی پر بھی ڈال لیجئے۔ آپ کے کل غزوات اور سرایا کی تعداد مشہور سیرت نگار نبوی قاضی سلیمان منصور پوریؒ کی تحقیق کی رو سے بیاسی ہے اور ان سب میں طرفین کے مجموعی نقصانات کا جو نقشہ انھوں نے پیش کیا ہے وہ حسب ذیل ہے (رحمۃ للعالمین جلد دوم)

نام فریق	اسیر	زخمی	مقتول	کل	کیفیت
مسلمان	۱	۱۲۷	۲۵۹	۳۸۷	ہر دو جانب کے زخمیوں کی تعداد قطعی
مخالف	۶۵۶۴	۰	۷۵۹	۷۳۲۳	نہیں ہے۔ اسیروں اور مقتولوں کی
میزان	۶۵۶۵	۱۲۷	۱۰۱۸	۷۷۱۰	تعداد انشاء اللہ صحیح ہے۔

جن جنگوں کے مجموعی نقصانات کے اعداد و شمار یہ ہوں ان کی بابت یہ کہنا کہ عرب جیسے جنگجو اور رزم پیشہ ملک میں صدیوں پرانے مذہبی اعتقادات پر اسلام کے غالب آنے کا اصلی راز ان ہی میں پوشیدہ ہے، کہاں تک قرینِ عقل و صداقت ہے؟

پھر اس پر بھی غور کیجئے کہ یہ جنگیں کن حالات میں پیش آئیں اور کیا اسباب تھے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلوار اٹھانے پر مجبور کیا؟

صورت یہ تھی کہ مسلمانوں کے مدینہ ہجرت کر جانے کے بعد قریشِ مکہ اس حقیقت کو شدت سے محسوس کرتے رہے کہ اسلام کا وقتی طور پر ان کی سرزمین سے ہٹ جانا کسی طرح ان کے مذہبی عقائد و رسوم کی حفاظت و بقا کا ضامن نہیں ہوسکتا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر اسلام کو مدینہ میں جڑ پکڑنے کا موقع مل گیا تو رفتہ رفتہ اس کی شاخیں مکہ پر ضرور اپنا سایہ ڈالیں گی اور پھر عرب میں جو سیاسی تفوق اور روحانی سرداری ان کو حاصل ہے اس کا بھی خاتمہ ہو جائے گا چنانچہ انھوں نے فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کو ان کے نئے مسکن میں بھی سکون سے نہ بیٹھنے دیا جائے، وہ ایک طرف تو خود مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ اور دوسری طرف تمام قبائل عرب کو بھڑکایا کہ اگر یہ نیا گروہ کامیاب ہو گیا تو تم فنا ہو جاؤ گے۔

یہ واقعہ تو نظر سے گذر چکا ہوگا کہ جب بیعت عقبہ میں انصار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے تو ایک نے کہا تھا کہ "بھائیو! جانتے ہو کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ یہ عرب و عجم سے اعلانِ جنگ ہے" گویا یہ حقیقت کسی سے چھپی نہ تھی کہ اسلامی مرکز کا مکہ سے مدینہ منتقل ہونا مشرکینِ عرب کے نزدیک ایک چیلنج تھا۔ چنانچہ ہجرت کے فوراً بعد ہی قریش نے مدینہ کے رئیس عبداللہ بن ابی کو کہلا بھیجا تھا کہ "محمدؐ کو مدینہ سے نکال دو ورنہ ہم خود وہاں آکر تمہارا اور محمدؐ دونوں کا فیصلہ کر دیں گے"۔

اس صورت میں یہ لازمی تھا کہ مدینہ کی حفاظت کی تدبیریں اختیار کی جائیں حفاظت کا حتی الامکان پورا انتظام نہ کرنا صرف اسلام کے وجود ہی کو سخت خطرہ میں نہ ڈال دیتا بلکہ اہلِ مدینہ کے ساتھ بدعہدی کا بھی مترادف ہوتا اور پھر جو قلم آج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوار اٹھانے کے خلاف اوراق اور جلدیں سیاہ کر رہے ہیں، آپ کے تلوار نہ اٹھانے پر نکتہ چینی کرتے ہوتے۔

ٹامس کارلائل (THOMAS CARLYLE) نے ان واقعات پر یوں تبصرہ کیا ہے: "اب تک محمدؐ نے اپنے دین کی اشاعت صرف تبلیغ اور تلقین

(باقی صـ ۲۳ پر)

اللہ کی توفیق کے بغیر حق نہیں ملتا

نوح ہا میم کیلر

میرا نام نوح ہا میم کیلر ہے۔ میں شمال مغربی ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے دیہاتی علاقے میں ۱۹۵۴ء میں پیدا ہوا۔ اور بطور روسن کیتھولک ایک مذہبی گھرانے میں پلا بڑھا۔ میرے بچپن کے زمانے میں چرچ نے میری تمام روحانی ضرورتوں کو پورا کیا۔ میں نے جب کیتھولک یونیورسٹی میں داخلہ لیا تو مذہبی مطالعے میں اضافے کے ساتھ ساتھ اپنے عقیدے کے بارے میں سوالات میرے ذہن میں پیدا ہونا شروع ہوئے۔

۱۹۶۳ء کی "سیکنڈ ویٹیکن کونسل" کے مطابق چرچ کا کوئی مقررہ معیار نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ کیتھولک کلیسائی عبادات اور رسوم میں بھی تبدیلیاں آتی رہی ہیں۔ چرچ کے پادری کلیسائی قواعد میں نرمی اور لچک کے قائل ہیں تاہم انھوں نے عام کیتھولک عوام کو اندھیرے میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ اللہ کی کتاب انجیل مقدس کے عبرانی سے لاطینی اور لاطینی سے انگریزی میں ترجمہ ہوتے ہوتے بہت کچھ بدل گیا۔ وحی الٰہی کے الفاظ کی جگہ مختلف زمانوں میں انسانوں نے اپنی سہولت اور آسانی کے مطابق تبدیلیاں کر ڈالیں یہاں تک کہ اللہ کے کلام کو گوئٹار اور کلاسیکی موسیقی کا محتاج بنا دیا گیا۔

کلیسائی عبادتوں میں تبدیلی کی ایک اور وجہ عقیدے اور نظریات کی مشکلات بھی تھیں۔ مثال کے طور پر تثلیث کا نظریہ جس کی وضاحت دنیا کی تاریخ میں کوئی شخص نہیں کرسکا۔ نہ کوئی پادری اور نہ عام آدمی متاثر کن انداز میں اس کی توضیح کرنے میں کامیاب ہوسکا۔ عقیدۂ تثلیث کے مطابق اللہ تعالیٰ جنت سے دنیا پر حکمرانی کر رہا تھا اور زمین پر اس کا بیٹا عیسیٰ علیہ السلام جس نے انسانیت کو بچایا اور مقدس فرشتہ جبرئیل علیہ السلام نے جس کو ایک سفید فاختہ کے روپ میں پیش کیا جاتا ہے، نسبتاً ایک معمولی کردار ادا کیا۔ مجھے یاد ہے کہ جب بھی میں کسی پریشانی میں مبتلا ہوتا تھا تو میں یہ فیصلہ نہیں کرسکتا تھا کہ ان تین میں سے کس سے مدد کی درخواست کروں۔ بالآخر اس نتیجے پر پہونچا کہ اللہ تعالیٰ کو باقی دونوں پر غالب اور حاکم ہونا چاہئے۔ میں جب تک عیسائی رہا ان تینوں کے اختیارات میں مساوات کا تصور میرے ذہن میں کبھی نہیں آیا۔ کیونکہ یہ مساوات میرے کیتھولک عقائد میں ہمیشہ ایک لکاوٹ اور سقم پیدا کردیتی تھی۔

چرچ کے بارے میں میری بے اعتقادی کی ایک اور وجہ اس کا اسٹاکس اور ٹریڈنگ میں ملوث ہونا بنا۔ بائبل کا میں نے جب بھی مطالعہ کیا اس کے تضادات نے سوائے پریشان خیالی کے مجھے کچھ نہ دیا۔ بعد میں جب میں عیسائیت کے دوسرے فرقوں مثلاً پروٹیسٹنٹ کا مطالعہ کیا تو میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ عیسائیت کی اس کمی کو کیسے پورا کیا گیا۔ پروٹیسٹنٹ نے اپنا علاحدہ مذہب تخلیق دے لیا۔ ہر فرقے نے اپنے مطلب کے عقائد پر زور دیا اور باقی کو چھوڑ دیا کیتھولک نے سوائے مذہبی رسومات کے تمام چیزوں کو چھوڑ دیا۔ ظاہر ہے کہ بائبل میں کہیں بھی پوری زندگی کے لئے ہدایات موجود نہیں تھیں اور جو کچھ بھی تھا وہ باہم متضاد تھا۔

جب میں نے کیتھولک یونیورسٹی میں عیسائیت کا گہرا مطالعہ شروع کیا تو میرے علم میں آیا کہ نئے عہدنامے اور پرانے عہدنامے کے تضادات نے اصل کتاب کی حقانیت کو ہی شک و شبہ میں ڈال دیا ہے۔ خود عیسائیت کے ماننے والے محققین نے جب اس بارے میں تحقیقات شروع کیں تو سوائے تشکیک کے اور کچھ حاصل نہیں ہوا۔ میں نے جو اکم جرمیاس کی کتاب "دی پرابلم آف ہسٹاریکل جیسس" کا مطالعہ کیا جس کا ترجمہ نارمن پیرن نے کیا ہے۔ جرمیاس اس صدی میں نئے عہدنامے پر بنیادی اسکالر کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ انجیل مقدس کی اصل زبانوں کا عالم اور ماہر تھا اور اس نے بالآخر اسکالر روڈلف بلٹ مین کے اس مقولے سے اتفاق کیا کہ نئے عہدنامے کی بنیاد پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی قابل اعتماد اور قابل اعتبار سوانح تحریر نہیں کی جاسکتی۔ جب عیسائیت کے مخالفین کو جواب دینے کے لئے عیسائیوں کے پاس کون سی دلیل رہ جاتی ہے۔

بائبل اس کے سوا اور کیا ہے کہ اس میں سچ اور حق کو یعنی اللہ تعالیٰ کی وحی کو انسانوں اور کہانیوں کے ساتھ اس طرح ملا دیا گیا ہے کہ افسانہ اور داستان طرازی سچ کے اوپر غالب آگئی ہے اور کوئی شخص بھی کہانی کو حقیقت سے علاحدہ نہیں کرسکتا۔ جب جرمیاس جیسا شخص بھی بائبل کی اس کمی کو تسلیم کرتا ہے تو ایک عام عیسائی کے پاس باقی کیا رہ جاتا ہے؟ اس دوران

میں نے آرتھر شوپن ہار کا مطالعہ بھی کیا اور فریڈرک نطشے کا بھی، اور ان میں سے کوئی بھی عیسائیت کے بارے میں میری بے اطمینانی کا علاج نہ کرسکا۔ جب میں نے یونیورسٹی آف گلاسگو میں داخلہ لیا تو فلسفہ میرے مطالعہ کا محور بن گیا۔ میں نے جیمی بال سارتر ے، ہینرل ہارٹمیس، کارل مارکس، اینجلز، ایمائل درکھائم، جرمی شاپیرو، جرگن ہیبرماس، ہیگل اور دوسرے فلسفیوں کا مطالعہ کیا۔

اس دور ان اسلام کے بارے میں بھی متعدد کتابیں میں نے پڑھ ڈالیں۔ ان میں وہ تصانیف بھی شامل تھیں جن کے مصنف مغربی آدمی کے ماحول اور مسائل سے بخوبی آگاہ تھے۔ ایسے مصنفین نے اس چیز پر زور دیا کہ جدید انسان کے لئے سارے مسئلے پیدا ہی اس لئے ہوئے کہ اس نے دنیا کے فطرت میں بطور انسان اپنے مقام کو اپنے خالق کے بتائے ہوئے رہنما اصولوں اور وحی الٰہی کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔

انتہا یہ ہے کہ عیسائیوں کے تمام مذہبی ادارے یعنی چرچ بھی محض ایک کمرشل اور تجارتی ادارے بن کر رہ گئے۔ میں نے امام غزالی کی ایک تصنیف کا ڈبلیو منٹگمری کا کیا ہوا ترجمہ بھی پڑھا جس سے زندگی کے معاملات میں روشنی ملی۔ اس کتاب میں ہیگل کے تصور کے مطابق ایک ایسے عقل مند اور باشعور شخص کا تذکرہ ہے جو حق اور باطل میں تمیز کا پورا اختیار اور تمیز رکھتا ہے۔ میں نے قرآن مجید کا اے جے آربیریز کا ترجمہ بھی پڑھا۔

اگرچہ یہ ترجمہ ایک عیسائی کا کیا ہوا ہے، لیکن اس کی ہر ہر سطر سے بائبل کے مقابلے میں قرآن مجید کے اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے کا ثبوت ملتا ہے اور قرآن کی بالادستی ثابت ہوتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے بطور قادر مطلق اور انسان کے بطور ایک بندے کے ان کے باہمی رشتے کی نمایاں توضیح ملتی ہے۔

ایک وقت یہ آیا کہ میں نے شکاگو یونیورسٹی میں عربی زبان سیکھنی شروع کی۔ صرف تو اعد اور صرف و نحو پر عبور حاصل کرنے میں مجھے ایک سال کا عرصہ لگ گیا۔ عربی پر پورا عبور حاصل کرنے کے لئے میں نے قاہرہ جانے کا فیصلہ کیا تاکہ بخی طور پر یہ زبان سیکھ سکوں۔ مصر میں مجھے ایسے تجربات ہوئے جن کی وجہ سے میرا اسلام پر یقین اور پختہ ہوگیا۔ مصر میں میری اچھے اور برے ہر طرح کے مسلمانوں سے ملاقات ہوئی، لیکن میں نے ان پر قرآن کا وہ گہرا اثر دیکھا جو مجھے پوری عیسائی دنیا میں عیسائیوں پر بائبل کا کہیں نظر نہیں آیا۔

دریائے نیل کے کنارے میناس گارڈنز میں چہل قدمی کرتے ہوئے میں نے ایک شخص کو دیکھا جو پانی کی طرف رخ کرکے گتے کے ایک ٹکڑے پر نماز ادا کر رہا تھا۔ اس کی حالت سے اس کی غریبی اور مفلوک الحالی ظاہر ہو رہی تھی۔ میں اس کے سامنے سے گزرنا چاہتا تھا لیکن اس وجہ سے رک گیا کہ اس کی توجہ میں مداخلت نہ ہو۔ لیکن وہ نماز میں اس قدر گم تھا اور اپنے رب کے ساتھ اس کی توجہ اتنی گہری تھی کہ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر نظر آرہا تھا۔ ایسی توجہ اور ایسا ادراک میں نے کبھی اپنی زندگی میں نہیں دیکھا تھا۔ میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ انسان اپنے خالق اور اپنے مالک سے ایسا گہرا تعلق پیدا کرسکتا ہے۔ میں نے ایسی توجہ اور ایسا تعلق کبھی کسی پادری کا خدا سے قائم ہوتے نہیں دیکھا تھا۔

میں نے خان الخلیلی کے قریب سیکنڈری اسکول کے ایک کمسن لڑکے کو دیکھا۔ وہ تھوڑی سی انگریزی بول لیتا تھا اور مجھے تھوڑی سی عربی آتی تھی، اس لئے ہم ایک دوسرے سے بات چیت کرنے لگے۔ وہ گیزا نک میرے ساتھ پیدل گیا جو کئی میل دور تھا۔ جب ہم ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو وہ یہ دعا کر رہا تھا کہ میں اسلام قبول کرلوں۔ شاید یہ اس کے بچے دل کی دعا تھی کہ جس نے مجھے دین حق کی طرف مائل کیا ورنہ تو بہت سے اسکالر اور عالم جنہوں نے اسلام پر بڑے بڑے تھیسس لکھے تھے، مسلمان ہوئے بغیر مرگئے۔ اور جنہیں اللہ نے توفیق دی انھوں نے صراط مستقیم کا انتخاب کرلیا۔

قاہرہ میں میری ملاقات ایک یمنی مسلمان سے ہوئی جس نے عربی زبان سیکھنے میں مدد کے لئے مجھے قرآن مجید کا ایک نسخہ دیا۔ میرے کمرے میں کوئی میز نہیں تھی اور میں اپنی کتابیں فرش پر رکھا کرتا تھا۔ چنانچہ میں نے قرآن مجید کا یہ نسخہ بھی ان ہی کتابوں کے ساتھ فرش پر رکھ دیا۔ میرے یمنی دوست نے عجلت میں اس نسخے کو فرش سے اوپر اٹھالیا اور اس وقت تک اسے اوپر اٹھائے رہا جب تک میں نے اس سے وعدہ نہیں کرلیا کہ میں اسے فرش پر رکھنے کے بجائے اپنے بستر پر سرہانے رکھوں گا تاکہ اس کی بے ادبی نہ ہو۔ اللہ کے کلام کے لئے اس کی عقیدت اور محبت سے میں بے حد متاثر ہوا حالانکہ وہ کوئی مذہبی آدمی یا اسکالر نہیں تھا، لیکن اس کے باوجود اس کی عقیدت انتہا کو پہونچی ہوئی تھی۔

میں ایک مرتبہ دریائے نیل کے کنارے ایک کچی سڑک پر جارہا تھا کہ مخالف سمت سے معمولی کپڑوں میں ملبوس ایک بوڑھی عورت آئی۔ اس نے خود کو سر سے پیر تک سیاہ چادر میں چھپایا ہوا تھا۔ وہ جب میرے قریب سے گزری تو اس نے ایک لفظ کہے بغیر ایک سکہ میری طرف پھینکا اور اسی خاموشی سے آگے چلی گئی۔

میں اس کے ایثار پر حیران رہ گیا۔ اسے محسوس ہوا کہ میں ایک غیر ملکی اور ضرورت مند ہوں اور غیر مسلم ہونے کے باوجود اس نے میری مدد کرنا ضروری سمجھا۔ یہ اس کے اور اللہ کے درمیان مضبوط تعلق کی شہادت تھی۔ ان مختلف تجربات نے مجھے اسلام کے بارے میں زیادہ پڑھنے اور سوچنے پر مجبور کردیا۔

اپنی پوری زندگی میں میں نے کسی مذہب کے عام انسانوں پر ایسے گہرے اثرات نہیں دیکھے جیسے قاہرہ میں قیام کے دوران عام مسلمانوں پر اسلام کے اثرات نظر آئے۔ عیسائیت میں یقیناً بہت سی اچھی باتیں ہیں، لیکن ان تمام اچھائیوں پر نظریاتی خلفشار اور تضادات کا غلبہ ہے۔ یہ تضادات اور خلفشار قرآن مجید میں کہیں بھی نظر نہیں آتے۔ ہر بات کھلی اور واضح ہے۔ ہر حکم دلیل اور منطق کے ساتھ ہے۔ قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر پیغمبر کا تذکرہ انتہائی احترام کے ساتھ ہے۔ جس طرح عیسائی، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور شعائر اسلام کی بے حرمتی کرتے ہیں اس طرح مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا ان کے حواریوں کی بے حرمتی نہیں کرتے بلکہ انھیں بھی دین اسلام اور حق پر تصور کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے تو انجیل مقدس بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، لیکن اب وہ اپنی اصل شکل میں موجود نہیں ہے کیونکہ اس میں انسانوں نے کہانیاں اور افسانے شامل کردیئے ہیں۔ اسلام کا پہلا سبق یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف اپنے اندر پیدا کرنے اور اللہ کی عبادت کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

ایک دن قاہرہ میں میرے ایک دوست نے مجھ سے کہا: "تم مسلمان کیوں نہیں ہوجاتے؟ اس کی بات تیر کی طرح میرے دل میں پیوست ہوگئی۔ درحقیقت سلامتی کا راستہ تو وہی اختیار کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے، لیکن انسان میں خود بھی تو اس راستے کی جستجو ہو۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

"کیا ایمان لانے والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہوجائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر ایک لمبی مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہوگئے اور آج ان میں سے اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں۔"

خوب جان لو کہ اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ ہم نے نشانیاں تم کو صاف صاف دکھادی ہیں، شاید کہ تم عقل سے کام لو۔"

بالآخر میں نے قاہرہ میں ۱۹۷۷ء میں اسلام قبول کیا۔

اور تب سے اب تک میں اسلام کے بارے میں کئی کتابوں کے ترجمے کرچکا ہوں۔

(بشکریہ "الفاروق" مارچ ۱۹۹۹ء)

بقیہ:۔ اسلام اور تلوار

ہی کے ذریعہ کی تھی، لیکن اب بے رحمی کے ساتھ اپنے آبائی وطن سے نکال دیئے جانے کے بعد جب کسی غیر منصف انسان نے صرف ان کے آسمانی پیغام اور ان کے دل کی پکار کو سننے ہی سے انکار نہیں کردیا تھا، بلکہ اپنی بات پر قائم رہنے کی پاداش میں ان کے خون کا بھی پیاسا ہوگیا تھا۔ صحرا کے اس تہذیب نا آشنا فرزند نے ایک مرد اور ایک عرب کی طرح اپنے تحفظ کا ارادہ کیا۔ (از مقالات سیرت)

تصحیح

شمارہ ۲۵ر جولائی ۱۹۹۹ء کے صفحہ ۲۸ پر دعائے مغفرت کے کالم میں غلطی کے بجائے مدراس پڑھا جائے۔ مرحوم مدراس کے رہنے والے تھے۔

عمدہ کاغذ، رعایتی قیمت، بہت جلد شائع ہو رہا ہے
حرمین
اردو کاپی
ملنے کا پتہ
مکتبۃ الحرمین مسجد مرکز والی ڈاکخانہ امین آباد لکھنؤ
مذکورہ بالا پتے سے تعمیر حیات جاری کرانے کا رسید حاصل کرسکتے ہیں۔ صبح ۸ بجے سے رات ۸ بجے تک
فون نمبر: ۲۱۷۹۵۶

بمبئی میں
اعلیٰ معیاری سٹھائی: بیکری مصنوعات
خصوصی مصنوعات
ڈرائی فروٹ، انجیر برفی، افلاطون، پائناپل برفی، مینگو برفی، بادامی حلوہ، کاجو تلی، کاجو رول، گلاب جامن وغیرہ
شبیر مینی دنیا کا تاج
تاج کی مٹھائیاں
کرافٹ مارکیٹ جنکشن ۴، کرنک روڈ بمقابل کرافٹ مارکیٹ، بمبئی ۴۰۰۰۰۳
فون نمبر: ۳۴۲۱۵۷۸

عصر حاضر میں فن طب کے بے تاج بادشاہ

حکیم عبدالحمید صاحب کا سانحۂ وفات

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

ماہر طب، ماہر تعلیم، طبیہ جاذبی، جامعہ ہمدرد کے بانی اور علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے چانسلر جناب حکیم عبدالحمید صاحب ۲۲ جولائی ۱۹۹۹ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حکیم صاحب فن طب کے بے تاج بادشاہ، بے نوث خادم اور مومنانہ صفات کے حامل، ہمدرد قوم اور مخلص انسان تھے۔

حکیم صاحب کی زندگی ایک جہد مسلسل اور جستجوے عبارت تھی، نام نمود، شہرت اور صلہ کی پرواہ کئے بغیر انھوں نے مسلمانوں کو نئی راہ دکھائی اور اس قحط الرجال کے دور میں افراد سازی کا بڑا کام کیا مسلمانوں اور عام انسانوں کی تعلیمی اور معاشی بسماندگی کو دور کرنے کے لئے بڑی جد وجہد کی اور انھیں عملی جامہ پہنایا۔

ادارہ ہمدرد کے زیر اہتمام ہمدرد کالج آف فارمیسی، ہمدرد طبیہ کالج، مجیدیہ اسپتال، انسٹی ٹیوٹ آف ہسٹری اینڈ میڈیکل سائنس کے قیام اور ترقی میں حکیم عبدالحمید صاحب نے بڑا اہم کردار ادا کیا۔

حکیم عبدالحمید صاحب اپنی ذات سے ایک انجمن تھے، انھوں نے ادارہ ہمدرد میں آئی اے۔ ایس۔ کو چنگ سینٹر قائم کرکے وہ چراغ جلائے ہیں جو ملک وقوم کے اندھیروں کو دور کرتے رہیں گے۔ موصوف نے جہاں تعلیم کے میدان میں اہم تعمیری کارنامے انجام دیئے ہیں وہیں طب کے میدان میں بڑی خدمت انجام دی، اور اپنے طبی تجربات کو زندہ جاوید رکھنے کے لئے اتنی تصنیفات چھوڑی ہیں کہ فن طب میں وہ ہمیشہ لوگوں کی رہنمائی کرتی رہیں گی۔

ہمدرد کا ادارہ ان کے خلوص کی ایک عملی مثال ہے، ہمدرد کے ذریعہ انھوں نے طب یونانی کو عالمی سطح پر متعارف کراکر اس میں نئی روح پھونک دی، حکیم صاحب طب کے علاوہ اسلامیات اور ادبی ذوق وغیرہ میں بھی دست رس رکھتے ہیں ان کی شخصیت علم وتعلیم، انسان دوستی، خدمت خلق ہمدردی اور رواداری سے تعبیر تھی، وہ اپنی عمر کے آخری لمحے تک صحت اور تعلیم کے میدانوں میں انتھک خدمات انجام دیتے رہے، ان کی تمنا تھی کہ جس طرح سرسید کے بعد ان کے مخلص رفقانے سرسید کے مشن کو بڑے پیمانے پر صحت مند طریقے سے آگے بڑھایا اسی طرح حکیم صاحب کے جانشین بھی ان کی تحریک کو لے کر چلنے کی ذمہ داری نبھائیں۔

حکیم عبدالحمید صاحب کے چھوٹے بھائی حکیم سعید (مرحوم) نے بھی پاکستان میں اپنے بھائی کی تقلید کرتے ہوئے تعلیمی وثقافتی اور طبی وادبی میدان میں بہت سے کارہائے نمایاں انجام دیئے[1]

حکیم عبدالحمید صاحب دینی واسلامی اداروں اور ان کے مخلص ذمہ داروں سے بڑا گہرا تعلق رکھتے تھے۔ خصوصاً دارالعلوم ندوۃ العلماء اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم سے عقیدت مندانہ اور نیاز مندانہ تعلق رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا کی طبیعت کچھ علیل ہوگئی تھی تو ان کو مجیدیہ اسپتال میں داخل کیا گیا۔ اس وقت حضرت مولانا کی عظیم شخصیت اور ان کے خصوصی تعلق کی وجہ سے حکیم صاحب علاج ومعالجہ راحت وآرام کے سلسلہ میں بہت زیادہ بے چین اور ہر وقت فکرمند رہتے تھے۔ یہ دیکھ کر اسپتال کا عملہ اور دوسرے افراد تعجب کرتے تھے کہ یہ کونسی شخصیت ہے جس کا حکیم صاحب اتنا زیادہ خیال فرمارہے ہیں۔ اور اتنا زیادہ متفکر نظر آرہے ہیں حکیم صاحب کے انتقال سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں اور اساتذہ کو بڑا افسوس ہوا۔

حکیم عبدالحمید صاحب ۴ ستمبر ۱۹۰۸ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۲ جولائی ۱۹۹۹ء کو انتقال فرماگئے۔ انھوں نے دوران حکمت تیس سال کے عرصہ میں تقریباً ۶۰ لاکھ مریضوں کو دیکھا اور نسخے لکھے، اس کے علاوہ ہزاروں افراد کو طبی مشورے دیئے۔ پسماندگان میں دو بیٹے اور ایک بیٹی ہیں۔

اللہ تعالیٰ حکیم صاحب کے درجات بلند فرماکر جنت الفردوس عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازے۔

---

[1] افسوس کہ ایسی نابغۂ ناز اور اپنے ملک کے لئے قابل فخر شخصیت کو شہید کردیا گیا۔

تعمیر حیات
ٹونک راجستھان میں ملنے کا پتہ
ماڈرن بک اسٹال
محلہ رجبن ٹونک (راجستھان)
۳۰۴۰۰۱

سفرنامۂ اُردن وشام

● پروفیسر محمد اجتباء ندوی

ہمیں حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ کی تصنیفات کے کچھ نسخے محلہ حلبونی کے مکتبہ دار ابن کثیر پہونچانے تھے۔ اور پہلی فرصت میں دمشق میں کام کا آغاز اسی خدمت سے کرنا تھا۔ صبح سویرے سید عبدالماجد غوری نے دمشق کے ایک سربرآوردہ، علم دوست ومہمان نواز استاد ابوعمار یاسر موشلی کو ہماری آمد کی اطلاع کردی تھی وہ ۸ بجے صبح قیام گاہ آگئے، ہم ان کے ہمراہ مکتبہ دار ابن کثیر گئے، حلبونی میں داخل ہوتے ہی پرانی یادیں تازہ ہوگئیں، اسی سے ملی ہوئی دوسری گلی میں حضرت مولانا مدظلہ کے دمشق کے مخلص میزبان اور بزرگ ومہربان شیخ عبدالوہاب صلاحی رحمہ اللہ کی مسجد وقیام گاہ ہے۔ شیخ کی برسوں پہلے وفات ہوچکی ہے میرے قدم غیر اختیاری طور سے اس جانب بڑھ گئے، مسجد کی از سر نو تعمیر ہوچکی ہے مکان بعینہ باقی ہے اس مسجد کے امام اب شیخ محمود قبانی ہیں۔ بڑی خوش اخلاقی اور محبت سے ملے، اس کے بعد تیزی سے نکلے۔ گاڑی پر بیٹھے اور روانہ ہوگئے، آج اور ۳۸ سال قبل میں کتنا بڑا فرق اور فاصلہ ہوگیا ہے!

اسی محلہ میں ہمارے کچھ احباب رہتے تھے یاد آتے ہی آنکھیں نم ہوگئیں اسی سے متصل دیوار کے پیچھے ہماری یونیورسٹی ہے، اور سب سے پہلے میڈیکل کالج تھا۔ (اب نئی عمارت میں منتقل ہوگیا ہے) جس کے وسیع صحن میں خوشنما پھولوں کے تختوں کے درمیان امت کے دو بڑے محسنوں کی قبریں: شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور علامہ ابن کثیر رحمہما اللہ، اور اس کے بالمقابل سڑک پار ہماری کلیۃ الشریعۃ ہے جس کا خیال آتے ہی یادوں کے چراغ روشن ہوگئے۔ لیکن ہم اپنی اس بارگاہ علم ودانش میں کئی روز کے بعد حاضر ہوسکے۔

استاذ ابوعمار سے راستہ ہی میں حمص جانے کا تذکرہ آگیا تھا۔ انھوں نے آج ہی چلنے کا پروگرام بنالیا۔ ہمارے شدت شوق نے بھی ان کی تائید کردی، مکتبہ کے مالک استاذ ابومالک علی دیب مستو نے بڑا پرجوش خیر مقدم کیا، اور شامی روایت کے مطابق دوپہر کے کھانے کے لئے اصرار کیا، ہم نے اپنا پروگرام بنایا۔ اور حمص جلد پہنچنے کی ضرورت بیان کی تو کل جمعرات کی دوپہر کا پختہ وعدہ لے کر رخصت کیا۔

ہم ابوعمار کی کار سے انھیں کی قیادت میں اور محمد عرفان صاحب، عبدالماجد غوری و واجد علی سلمہما کی رفاقت میں حمص روانہ ہوگئے، راستہ میں ٹھہر کر ظہر کی نماز ادا کی اور ایک خوبصورت دیہی فضا ہوٹل میں ابوعمار کی پرتکلف دعوت کا لطف اٹھایا، کھانے کی میز پر کئی قسم کے بھنے ہوئے گوشت، کباب، کوفتہ، کبہ حنیہ اور بطور سلاد وچٹنی حمص، ــــــ، زیتوں وغیرہ سے گرانبار ہوگئی تاہم یہ کہا جاسکتا تھا کہ دعوت صرف (روٹی وبوٹی) پر مشتمل تھی، عرفان صاحب کی چاول کے لئے تگ ودو بار آور نہ ہوئی، جس کا معزز میزبان کو افسوس ہوا اور ان کی پیشانی پر ندامت کے چند قطرے محسوس کئے گئے، انھوں نے سنیچر کی دوپہر میں اس شرمندگی کا چاول کی ضیافت سے ازالہ کردیا۔ ہم نے دمشق کے قدیم تاریخی میدان وبازار (مرجہ) سے گذرتے ہوئے (مطعم اموی) کا تذکرہ کیا تھا۔ کہ یہاں ہی کہیں واقع تھا۔ اور ہم عہد طالب علمی میں اکثر وبیشتر اکیلے اور کبھی اپنے رفقاء کے ساتھ اسی ہوٹل میں کھانا کھایا کرتے تھے۔ ہم نے آہستہ سے اپنے محب ومشفق استاذ وسرپرست ڈاکٹر مصطفی السباعی رحمہ اللہ کا واقعہ سنایا کہ ایک روز ہم دوپہر کا کھانا اسی ہوٹل اموی میں کھارہے تھے، کھانے کے بعد کاؤنٹر پر حساب کرنے کے لئے گئے تو (معلم) محاسب نے کہا کہ حساب ہوگیا ہم نے حیرت سے پوچھا؟ کیسے؟ کس نے حساب کیا۔ ہم تو ابھی کھاکر اٹھے ہیں، جواب دیا: ڈاکٹر مصطفی السباعی نے!! ابوعمار نے ہماری بات خاموشی سے سن لی، اور شنبہ کو اسی (مطعم اموی) میں ہماری دعوت کی، ہوٹل اپنی پرانی اشکل وصورت، فرش وفروش کے ساتھ آباد ہے، فرق صرف اتنا ہوا ہے کہ اس کی اوپر کی منزل کے کمرے اقامتی بنادیئے گئے ہیں۔

اہل شام اپنی مہمان نوازی اور "غریب پروری (غریب، پردیسی کے معنی میں) میں امتیازی شان رکھتے ہیں۔

دمشق سے حمص کا فاصلہ صرف ۱۵۰ کیلومیٹر کا ہے، ہم نے حمص میں داخل ہوتے ہی عصر کی اذان سنی، پروگرام کے مطابق سیدھے مسجد خالد بن الولید رضی اللہ عنہ پہونچے، وضو کیا، جماعت کے ساتھ نماز پڑھی،

ہمارا لباس اور چہرہ مہرہ دیکھ کر امام صاحب اور کچھ مقتدیوں نے سلام کیا، خیریت دریافت

کی اور روانہ ہوگئے میرے لئے شام میں یہ نئی اور انوکھی بات تھی،

ہم حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کے قبر پر آئے فاتحہ پڑھی اور اس عظیم فاتح اسلام کے تاریخ ساز شاندار کارناموں پر خراج تحسین ادا کرتے ہوئے حسب توفیق جو بھی بلند کلمات یاد آئے پڑھتے رہے، دوسری جانب رُخ کیا تو ایک نئی چیز دیکھی کہ مزار کی جالی میں طاقچہ بنا ہوا ہے اور اس کے نیچے نوٹوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔

دوسری جانب ایک گوشہ میں صحابی جلیل اور رازدانِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حذیفہ بن یمان اور اس سے متصل حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہما کی قبریں ہیں سلام وفاتحہ پڑھی، ان کی خدمات و قربانیوں کو یاد کیا پھر باہر نکلے تو آس پاس کشادہ میدان تھا۔ اس کے وسط میں منارۂ خالدؓ نظر آیا اس کے اوپر مختصر حالات و تاریخ کندہ تھی، اور سڑک تک ہرا بھرا خوبصورت باغیچہ اور اس میں جگہ جگہ بنچیں اور کرسیاں نصب تھیں۔ ہم نے ان خوشگوار اور لائق فخر یادوں کے جلو میں رخصت ہوتے ہوئے سوچا کہ ہماری امت کے لئے انھیں خطوط پر اپنے حال و مستقبل کو سنوارنے کا پھر وقت نہیں آگیا ہے؟

برونائی کا عالمی ایوارڈ

گذشتہ رمضان میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم کو دبئی کے ولی عہد کی طرف سے ایک ایوارڈ پیش کیا گیا تھا جس کی تفصیل اکثر اخبارات میں آچکی ہے جو مولانا کے اعلان کے مطابق مدارس میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس کا ایک پیسہ بھی آپ کی اپنی ذات یا افراد خاندان کے لیے مخصوص نہیں کیا گیا اب اسی طرح کا ایک دوسرا ایوارڈ آکسفورڈ یونیورسٹی اسلامک سینٹر کی تجویز پر سلطان برونائی جناب حسن بلقیہ کے نام پر جاری کیا گیا ہے اور عالم اسلام کی نامور شخصیت کو یہ ایوارڈ پیش کیا جاتا ہے۔

اس سال یہ ایوارڈ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم کو پیش کیا گیا۔ اس کی قیمت بیس لاکھ روپئے اور ایک سونے کا تمغہ ہے، برونائی کے ایک سینئر منسٹر حضرت مولانا کی خدمت میں یہ ایوارڈ پیش کرنے کے لیے خود آئے تھے لیکن ان کو ندوۃ العلماء آنے کی اجازت حکومت نے نہیں دی اور یہ عذر کیا کہ ہم سیکورٹی کا انتظام نہ کر سکیں گے جبکہ دہلی کی جواہر لال نہرو یونیورسٹی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ان کا اعزاز و استقبال ہوا۔

ٹائمس آف انڈیا نے ۱۲ اگست ۱۹۹۹ء کی اشاعت میں اس امر پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ جہاں وزیر اعظم مسٹر واجپئی اور صدر کانگریس سونیا گاندھی تو آسکیں لیکن ایک چھوٹے سے ملک کا منسٹر نہ آسکے بہر حال اس کے پیچھے سیاسی امور و اغراض کیا ہیں وہ ہمیں معلوم نہیں لیکن اس پر افسوس کا اظہار اکثر سیکولر حلقوں میں کیا گیا

بہر حال یہ ایوارڈ دہلی جاکر حضرت مولانا کے نمائندے کی حیثیت سے آپ کے بھانجے اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے وصول کیا۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم
کے ملت اسلامیہ کے نام

علمی و روحانی تحفے

جس نے مغربی مؤرخین اور مستشرقین کو بھی ان کے علمی پختگی اور فکری سنجیدگی کا قائل کر دیا ہے۔

مرتب
محمد الیاس ندوی
(استاذ جامعہ اسلامیہ بھٹکل کرناٹک)

ناشر: محمد الحسنی اکیڈمی ندوۃ العلماء لکھنؤ

ملنے کے پتے:- المکتبۃ الندویۃ پوسٹ بکس نمبر ۹۳ لکھنؤ
- مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ
- دارالعلم ۳۱، محمد علی روڈ بھٹکل (کرناٹک)

قیمت: 20/=

کتب برائے تبصرہ

تبصرہ کے لئے براہ کرم کتاب کے دو نسخے ارسال کریں ورنہ صرف ایک کتاب بھیجنے کی صورت میں تبصرہ شائع نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ ہی کتاب واپس کرنے کی ذمہ داری ادارہ پر ہوگی (ادارہ)

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● برطانیہ کی اسلامک پارٹی کے لیڈر ڈیوڈ موسیٰ پڈ کاک نے تمام اسلامی ممالک سے کہا ہے کہ وہ اپنے ممالک میں سود سے پاک تجارت کو فروغ دینے کے لئے ٹھوس اقدامات کریں وہ اسلامک چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے مندوبین کے شرکا کے اعزاز میں دیئے گئے عشائیہ سے خطاب کر رہے تھے اس موقع پر انھوں نے عالمی بنک کی کارکردگی پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا کہ یہ مالیاتی ادارہ وہ مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے جس کا اس کے قیام کے وقت وعدہ کیا گیا تھا انھوں نے کہا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس ادارے کی ناکامی کے بعد اس کا متبادل عالمی اقتصادی نظام تشکیل دیا جائے اس طریقہ سے اقوام عالم میں امن اور انصاف قائم ہوسکتا ہے کیونکہ موجودہ عالمی اقتصادی نظام کی ناہمواریوں اور ناانصافیوں کے بعد اب ضروری ہوگیا ہے کہ سود سے پاک بین الاقوامی تجارت کا نظام وضع کیا جائے یہ امت مسلمہ کی خوشحالی کا ضامن ہوگا، انھوں نے تجویز پیش کی کہ اسلامی ممالک مشترکہ طور پر ایک نئی کرنسی وجود میں لائیں جو تمام اسلامی ممالک میں قابل قبول اور قابل تبادلہ ہو۔

● حقوق انسانی کی بین الاقوامی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے امریکا پر الزام عائد کیا ہے کہ وہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے بارے میں دوہرا معیار اپنائے ہوئے ہے اس کی جانب سے دنیا بھر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی نشاندہی تو کی جاتی ہے لیکن وہ اپنے یہاں ان خلاف ورزیوں کو مسلسل نظر انداز کرتا رہتا ہے تنظیم نے اس سلسلے میں بعض مثالیں بھی پیش کیں امریکہ میں پولیس کے ہاتھوں لوگوں کے بلاجواز ہلاکتوں اور برے سلوک کی نشاندہی کی گئی ہے گذشتہ برس ایمنسٹی نے امریکہ میں انسانی حقوق کی ایسی بچاس خلاف ورزیوں کا پتہ چلایا ہے امریکی محکمۂ انصاف کو ہر سال ہزاروں شکایتیں ملتی ہیں جو پیش آنے والے ایسے واقعات کا محض ایک فیصد حصہ ہے انسانی حقوق کے بارے میں امریکہ کا رویہ محض دوسروں کو نصیحت کرنا ہے دنیا کے دوسرے ملکوں میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی امریکی رپورٹوں کا ایک مقصد یہ بھی سامنے آیا کہ جب کوئی ملک امریکہ کی غیر منصفانہ پالیسیوں کو ماننے سے انکار کرتا ہے تو انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے الزامات کو اس کے خلاف لگا کر اس ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کر کے جواز نکالتا ہے۔

اجمین (ایم۔ پی) میں
تعمیر حیات حاصل کریں
حافظ عبدالرحمٰن مکان نمبر ۱ سنکاری گلی
اجمین ایم۔ پی۔

مانچیریل (A.P)
میں تعمیر حیات حاصل کریں
محمد ابوالقاسم نیوز پیپر ایجنٹ
مکان نمبر ۳۴-۱۲، اسلام پور۔ بی۔ پی۔ ایل روڈ
MANCHERIEL-(A.P)

خط و کتابت کرتے وقت
خریداری نمبر اور اپنا پتہ
صاف اور خوش خط تحریر فرمائیں (ادارہ)

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔
فون: ۳۲۲۲۵
محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر
ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی
آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج

مطیع الرحمٰن عوف ندوی

سوال و جواب

س:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے حج اور کتنے عمرے کئے تھے۔؟

ج:۔ اسلام سے پہلے آپؐ نے جس قدر حج کئے ان کی تعداد صحیح متعین نہیں، سیرت النبی جلد اوّل صفحہ پر علامہ شبلی نعمانی نے ابن لاثیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جونکہ قریش عموماً ہر سال حج کیا کرتے تھے اس لئے قرینہ غالب یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر سال حج ادا کرتے ہوں گے، قیام مکہ کے زمانے میں آپؐ نے دو حج کئے، بعض روایتوں کے مطابق تین حج کئے، مدینہ کے زمانہ قیام میں متفقہ ثابت ہے کہ صرف ایک حج ۱۰ھ میں کیا، یہ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے، جہاں تک عمرہ کا تعلق ہے تو ہجرت کے بعد آپؐ کے چار عمرے ثابت ہیں، (بحوالہ مختصر از سیرت النبی جلد دوم صفحہ ۱۵۶)

س:۔ اگر کوئی شخص قرآن مجید یاد کرکے بھول جائے، تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے لوگوں کی طرح طرح کی باتیں مشہور ہیں، پتہ نہیں کہاں تک صحیح ہیں، اگر کوئی شخص قرآن مجید بھول جائے تو اس کا کیا کفارہ ہے؟

ج:۔ قرآن مجید یاد کرکے بھول جانا بڑا سخت گناہ ہے اور احادیث میں اس کا سخت وبال آیا ہے، اس کا تدارک یہی ہے کہ بہت کرکے یاد کرے اور ہمیشہ پڑھتا رہے، اور جب بھول جانے کے بعد دوبارہ پڑھ لیا اور پھر ہمیشہ پڑھتا رہا مرتے دم تک نہ بھولا تو قرآن مجید بھولنے کا وبال نہ ہوگا۔

س:۔ مسجد میں لوگ قرآن مجید اوپر رکھ دیتے ہیں تاکہ لوگ تلاوت کریں، بعض مرتبہ قرآن خوانی وغیرہ کے موقع پر لوگ مسجد سے قرآن مجید اٹھا لاتے ہیں؟ کیا قرآن مجید مسجد سے لانے کے لئے متولی کی اجازت لینی ہوگی؟

ج:۔ مسجد میں رکھے ہوئے قرآن مجید مسجد ہی کے لئے وقف ہوتے ہیں ان کو گھر کے لئے استعمال کرنا درست نہیں ہے۔

س:۔ سرکاری ملازمت میں علاحدگی کے بعد جو وظیفہ (پنشن) ملتا ہے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

ج:۔ ملازمت کے بعد جو سرکاری وظیفہ ملتا ہے اس کا لینا جائز ہے۔

س:۔ کیا کھانا پکانے والوں کا پاک ہونا ضروری ہے، آج کل ہوٹلوں گھروں یا دعوتوں میں جو لوگ کھانا پکاتے ہیں معلوم نہیں کہ پاک ہوتے ہیں یا نہیں، تو کیا ایسا کھانا کھانا جائز ہوگا۔

ج:۔ اس طرح کا کھانا جائز ہے خواہ کھانا پکانے والے پاک نہ ہوں۔

س:۔ شکر کے کارخانے میں جن کے شیئر ہوتے ہیں ان کو شکر بازاری نرخ سے کم قیمت پر دیتے ہیں، یہ شرائط کمپنی کے اور حکومت کے اصول کے مطابق ہوتے ہیں ایسی شکر لینا جائز ہے یا نہیں؟

ج:۔ کارخانہ میں شیئر لینے والے کو قیمت پر شکر لیں تو یہ جائز ہے۔

س:۔ اگر عورت صاحب نصاب ہے تو اس کی طرف سے مرد قربانی کرے گا یا خود عورت کرے گی، اگر اس کی اجازت سے مرد کردے تو کیا واجب ادا ہو جائے گا، قربانی کا جانور خریدنے میں رقم کون دے گا؟

ج:۔ اگر عورت صاحب نصاب ہے تو خود عورت پر قربانی واجب ہے اگر مذکورہ صاحب نصاب عورت کی طرف سے اس کی اجازت سے کوئی بھی قربانی کردے تو قربانی کا وجوب ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔

س:۔ ایک لڑکا جس کا رشتہ طے ہوگیا تھا اور چار پانچ ماہ میں شادی ہونے والی تھی، اس دریان دونوں ہمبستر ہوگئے اب لڑکا اپنی حرکت پر بہت شرمندہ ہے، وہ اس گناہ کا کفارہ کیسے ادا کرے، اگر نکاح ہو تو صحیح ہوگا؟

ج:۔ نکاح صحیح ہوگا، مذکور عمل سے صدق دل سے توبہ لازم ہے، اس میں کفارہ نہیں ہے۔

پھر کیوں مغموم و محزون ہو

ابراہیم بن ادہم کا گذر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جس کے چہرے سے حزن و ملال ٹپک رہا تھا، تو ابراہیم نے اس سے کہا: اگر میں تم سے تین سوال کروں تو جواب دوگے، اس نے کہا: ہاں، ابراہیم! کیا دنیا میں خدا کے ارادے کے بغیر بھی کچھ ہوتا ہے، اس نے کہا! نہیں، ابراہیم! کیا اللہ نے جو روزی تمہارے لئے مقدر کردی ہے، اس میں کچھ کمی بیشی ہوسکتی ہے، اس نے کہا نہیں، ابراہیم! کیا اللہ نے جو تمہاری عمر لکھ دی ہے، اس میں ایک لمحہ کی بھی کمی زیادتی ہوسکتی ہے، اس نے کہا نہیں، تو ابراہیم نے پوچھا کہ پھر کیوں مغموم و محزون ہو۔

مطالعہ کی میز

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

نام کتاب: حدیث کی روشنی

مرتب: مولوی سید بلال عبدالحی حسنی ندوی

صفحات: ۸۸، سائز ۱۸×۲۲/۸، قیمت ۲۲/- روپئے

ملنے کا پتہ: ● مکتبہ ندویہ ندوۃ العلماء لکھنؤ

● مکتبہ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ،

زیر نظر کتاب "حدیث کی روشنی" بچوں کے لئے گلشن احادیث نبوی کا ایک جامع اور حسین گلدستہ ہے جو مختصر اور اہم موضوعات پر حاوی، ضروری معلومات پر محیط اور سند کے اعتبار سے صحیح اور قوی چالیس احادیث مبارکہ کا مجموعہ ہے۔ اس کی ساری حدیثیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں ان میں کچھ تو وہ ہیں جو کتاب و سنت کی بنیاد ہیں، اور کچھ تو وہ ہیں جنھیں اخلاق و اقدار اور سیرت و کردار کا ستون قرار دیا جاسکتا ہے۔

عقیدۂ توحید، اخلاص، درود شریف کی فضیلت، علم دین کی اہمیت و عظمت، مسلمانوں کی شان، جذبۂ ترحم، صلہ رحمی، پڑوسی کی عزت مہمان نوازی، اسلام کی خوبی، اخلاق حسنہ، دنیا کی حقیقت، موت کی یاد، نفاق کی علامتیں، شرم و حیا، مسواک کی فضیلت، نماز کی تاکید، دعاء کی اہمیت، روزہ، انفاق فی سبیل اللہ، اور حج کی اہمیت و فضیلت وغیرہ کتاب کے عناوین ہیں۔

یہ کتاب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ کی کتاب "ارکان اربعہ" حضرت مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "معارف الحدیث" اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "فضائل اعمال" کو سامنے رکھ کر آسان ترجمہ اور دلنشین تشریح کے ساتھ ترتیب دی گئی ہے، حدیث کی یہ کتاب بچوں کی تعلیم و تربیت اور کردار سازی کے لئے ابتدائی درجات میں ہر مدرسہ کے نصاب میں داخل کرنے کے لائق اور بہت مفید ہے اگر اساتذہ کرام تھوڑی سی توجہ دیں گے تو بچے بآسانی چالیس احادیث یاد کرسکتے ہیں اور دوسروں کو فائدہ بھی پہونچا سکتے ہیں۔ اس طرح بچوں کو بچپن ہی سے حدیث شریف سے محبت اور مناسبت پیدا ہو جائے گی۔ اور ان کا ذہن بھی اسلامی سانچہ میں ڈھلتا جائے گا۔

مولوی سید بلال عبدالحی حسنی ندوی قابل مبارکباد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ مفید کام لیا اور اس طرح انھوں نے حدیثوں کا مجموعہ تیار کرکے ایک اچھا اور مفید کام انجام دیا ہے اللہ تعالیٰ کتاب اور صاحب کتاب کو قبول فرمائے۔

محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب: ریاض البیان فی تجوید القرآن (عربی)

تالیف: مولوی محمد مسعود عزیزی ندوی

صفحات: ۱۳۷، سائز ۱۸×۲۲/۸، قیمت درج نہیں،

ملنے کا پتہ: المکتبۃ الندویۃ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

علم تجوید کے موضوع پر "ریاض البیان فی تجوید القرآن" عربی زبان میں بیاسی کتابوں کے حوالوں کے ساتھ مولوی محمد مسعود عزیزی ندوی نے تالیف کرکے ایک مفید خدمت انجام دی ہے جس پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی نے قیمتی مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ اس کتاب میں فن تجوید کے بہت سے اہم اہم رموز و نکات، قواعد و اصول اور احکام و اسرار آسان فہم انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔

مجموعی طور پر یہ کتاب مدارس دینیہ کے طلبہ حفاظ و قراء اور ائمہ مساجد کے لئے قیمتی سرمایہ ہے اور نصاب تعلیم میں داخل کرنے کے لائق ہے۔

نام رسالہ: ماہنامہ صوت القرآن

زیر سرپرستی: مولانا شاہ ابرارالحق صاحب مدظلہ ہردوئی

مدیر: عبدالاحد قاسمی

سالانہ چندہ: ۱۰۰/- روپئے، صفحات ۵۰

ملنے کا پتہ: دفتر صوت القرآن، جامعہ ابن عباس سرخیز ڈھال، احمد آباد، ۵۵ گجرات

خوشی کی بات ہے کہ قرآنی تعلیمات کو عام کرنے اور قرآن کریم سے شغف بڑھانے کے لئے ماہنامہ صوت القرآن کا اجراء مولانا شاہ وجیہ الدین اکیڈمی احمد آباد سے عمل میں لایا گیا ہے۔

رسالہ کا خاص موضوع قرآن کریم کی عظمت و اہمیت، افادیت و آفاقیت صداقت و حقانیت اور قرآنی دعوت کو عام کرنے کے لئے علمی و ادبی انداز میں اہل علم، علماء اور محققین کے مضامین کا شائع کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس رسالہ سے مسلمانوں کو بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔

نامور عربی ادیب شیخ علی طنطاوی کی وفات پر

اہل علم کا اظہار افسوس

۲۶ جون ۱۹۹۹ء کو مرکز علی تکونہ پارک (دوکھلا) دہلی میں عربی زبان وادب کے نامور اسکالر شیخ علی طنطاوی کی وفات پر ہونے والے جلسہ تعزیت میں تلاوت کلام پاک کے بعد پروفیسر ڈاکٹر سید محمد اجتبا ندوی نے شیخ کے حالات وکمالات پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے بتایا کہ شیخ ۱۹۰۸ء میں دمشق میں پیدا ہوئے، بی اے، ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کرکے دمشق، بغداد اور بیروت میں تعلیم وتدریس، جرنلزم اور عدل وقانون سے متعلق سرگرمیوں میں مشغول رہے اور ۱۹۴۰ء میں چیف جسٹس کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ ہندوستان بھی آئے اور ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مقیم رہے، تاج محل اور دیگر ہندوستانی اسلامی تہذیبی آثار پر مقالات لکھے اور سعودی عرب منتقل ہوگئے، جہاں ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر اسلامی پروگرام نشر کرتے رہے اور بالآخر ۱۹ جون ۱۹۹۹ء کو جدہ میں وفات پاگئے۔ ان کی وفات سے عربی ادب میں زبردست خلا پیدا ہوگیا ہے۔ تاہم ان کی تصانیف "قصص من التاریخ"، "رجال من التاریخ"، "قصص من الحیاۃ"، "صور وخواطر"، "فی سبیل الاصلاح"، "مقالات فی کلمات"، "من حدیث النفس"، "مع الناس" اور "ضفاف المجد" وغیرہ موجود ہیں جن کے مطالعہ سے ہمارے ادبی ذوق کی تسکین ہوتی رہے گی اور ہمیشہ عزم وحوصلہ حاصل ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

محمد قطب الدین ندوی، حافظ محمد مرشد خاں اور جناب سید قمر الحسن (ہمدرد یونیورسٹی) نے بھی مرحوم کی تصانیف اور عمومی کارناموں پر روشنی ڈالی۔ پروفیسر ڈاکٹر شفیق احمد خاں ندوی (شعبہ عربی جامعہ ملیہ اسلامیہ) کے دعائیہ کلمات پر جلسے کا اختتام ہوا۔

● ۲۶ جون ۱۹۹۹ء کو ہی جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے شعبۂ عربی میں ہونے والے تعزیتی جلسے میں عربی زبان وادب کے اساتذہ وطلبہ نے شیخ علی طنطاوی کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔

تلاوت کلام پاک کے بعد پروفیسر شفیق احمد ندوی اور صدر شعبۂ عربی پروفیسر سید ضیاء الحسن ندوی نے شیخ کی خدمات کو سراہا۔

پروفیسر زبیر احمد فاروقی کے دعائیہ کلمات پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

اعلیٰ معیاری، عمدہ اور لذیذ مٹھائی کی مشہور دکان
حراء سوئیٹس (بمبئی)
خاص طور پر صبح ناشتہ میں لذیذ حلوہ وپراٹھا اور شام کو نمکین ویٹھے سموسے کے لیے تشریف لائیں
اس کے علاوہ مختلف قسم کی دیسی مٹھائیاں ہر وقت کفایتی داموں پر دستیاب ہیں۔
پتہ:
اندریا اسٹریٹ چوکی محلہ نزد دستان تالاب
ناگپاڑہ بمبئی ۸

پندرہ روزہ تعمیر حیات
ایک تحریک ہے، اس کی
توسیع اشاعت میں حصہ لیں۔

ہاتھ اخلاص سے جب اس نے اٹھایا ہی نہیں

● پروفیسر سید طفیل احمد مدنی

بس کا مضمون کسی ذہن میں آیا ہی نہیں
ہم نے وہ شعر زمانے کو سنایا ہی نہیں

جلوۂ حسن ازل ہی کا تو مسکن ہے یہ دل
اس سے پہلے کوئی اس شہر میں آیا ہی نہیں

تو وہ شہکار ازل ہے کہ سبھی تجھ پہ نثار
تیرا ہمشکل تو خالق نے بنایا ہی نہیں

بیخودی ہو کہ غم ہو کرب ہو یا سرمستی
میں نے تجھ کو کسی عالم میں بھلایا ہی نہیں

لاکھ طوفان اٹھے لاکھ بلائیں آئیں
ہم نے سجدے سے مگر سر کو اٹھایا ہی نہیں

دیکھ لیتا جسے سورج بھی تو شرما جاتا
ہم نے وہ داغِ جگر اپنا دکھایا ہی نہیں

برق وباراں کی اسے فکر نہ طوفان کا ڈر
آشیاں جس نے کہیں اپنا بنایا ہی نہیں

ظاہراً دوستی اور دل میں قدورت رکھنا
میرے اسلاف نے مجھ کو یہ سکھایا ہی نہیں

دل سے اپنے اسے کس طرح لگا لیتے طفیل
ہاتھ اخلاص سے جب اس نے بڑھایا ہی نہیں

جنت کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہؓ کی زندگی کی ایک جھلک

ہماری مائیں بہنیں ذرا غور سے پڑھیں

علیؓ وفاطمہؓ (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھے) اور رسولؐ (جو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب تھے) کی معیشت انتہائی سادہ، سخت کوشی صبر وشقت کی معیشت تھی ہناد عطاءؒ سے روایت کرتے ہیں کہ:

مجھے بتایا گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسے بہتیرے دن گزر گئے کہ ہمارے گھر میں کوئی چیز کھانے کو نہ تھی، اور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ تھا۔ اسی زمانہ میں ایک بار باہر نکلا تو راستہ میں ایک دینار پڑا ہوا دیکھا، میں ٹھٹھک کر کھڑا ہوگیا، اور پھر دل میں سوچتا رہا کہ اس کو اٹھاؤں یا چھوڑوں لیکن افلاس کی یہ شدت تھی کہ یہی طے کیا کہ اسکو اٹھالوں، چنانچہ اس کو لے لیا اور ان شتر بانوں کو دیا جو باہر سے غلہ لے کر آئے تھے، اور اس سے آٹا خرید لیا، فاطمہؓ کو دیا کہ اس کو گوندھ کر روٹیاں پکالو، وہ گوندھنے لگیں مگر فاقے کی وجہ سے اتنی کمزور تھیں کہ آٹا گوندھنے میں ہاتھ بار بار برتن پر گر جاتا۔ اور چوٹ لگتی، بہر حال کسی طرح انھوں نے آٹا گوندھ کر روٹی پکائی اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر یہ واقعہ بتایا، اس کو کھالو، اللہ نے تمہیں یہ رزق بہم پہونچایا ہے (کنز العمال)

اور ہناد الدینوری الشعبیؒ نے ایک حدیث نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: میں نے فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا تو میرے پاس ایک مینڈھے کی کھال کے سوا کوئی بستر نہ تھا، اسی پر رات کو سوتے اور اسی میں دن کو اپنی بکری کو چارہ دیتے اس کے علاوہ ہمارے یہاں کوئی خادم نہ تھا۔ (کنز العمال)

طبرانی نے معتبر اسناد (اسناد حسن) سے نقل کیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور فرمایا میرے بچے کہاں ہیں؟ یعنی حسن اور حسین رضی اللہ عنہما، حضرت فاطمہؓ نے کہا، آج ہم لوگ صبح اٹھے تو گھر میں ایک چیز بھی ایسی نہ تھی جس کو کوئی چکھ سکے، ان کے والد نے کہا میں ان دونوں کو لیکر باہر جاتا ہوں، اگر گھر پر رہیں گے تو تمہارے سامنے روئیں گے اور تمہارے پاس کچھ ہے نہیں کہ کھلا کر خاموش کرو، چنانچہ وہ فلاں یہودی کی طرف گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے، دیکھا یہ دونوں بچے صراحی سے کھیل رہے ہیں، اور ان کے سامنے بچا کھچا ادھ کٹا قسم کا کھجور ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیؓ اب بچوں کو گھر لے چلو، دھوپ بڑھ رہی ہے، انھوں نے کہا یا رسول اللہ آج صبح سے ہمارے گھر میں ایک دانہ نہیں ہے، تو اگر آپ یا رسول اللہ تھوڑی دیر تشریف رکھیں تو فاطمہؓ کے لئے کچھ بچے کھچے کھجوریں جمع کرلوں، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، یہاں تک کہ فاطمہؓ کے لیے کچھ بچے کھجور جمع ہوگئے، حضرت علیؓ نے کھجور ایک کپڑے میں باندھ لئے اور ٹیڑھ کر دونوں کو گود لیا، اور اٹھا کر لے آئے۔

(اسلام میں عورت کا درجہ اور اس کے حقوق وفرائض)
(مؤلفہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی)

رسولؐ اللہ کی لختِ جگر

سید طفیل احمد مدنی

زہے قسمت شرف حاصل ہوا پھر اس کی رحمت کا
کہ جس کا گھر کا گھر حامل رہا دین وشریعت کا
رسولؐ اللہ کی لختِ جگر وہ فاطمہؓ زہرا
کہ ہے قرآن شاہد جس کے اعزاز واطہارت کا
جو اصمت وصبر ورضا کا وہ حسین پیکر
مشیت نے جسے بخشا لقب خاتونِ جنت کا
وہ اپنی ہر ادا میں تھیں شبیہ احمد مرسلؐ
نمایاں ان میں ہر پہلو تھا اپنے باپ کی سیرت کا
خدیجہ کی یہ بیٹی منفرد تھیں زہد وتقویٰ میں
سلیقہ خوب آتا تھا انھیں رب کی اطاعت کا
علیؓ وفاطمہؓ اللہ کے وہ خاص بندے ہیں
جلا دنیا میں جن سے سلسلہ نسل سیادت کا
انھیں کی گود میں حسنینؓ نے بھی پرورش پاکر
زمانے کو دیا تھا درس ایمان وعزیمت کا
میں مدح سیدہؓ میں شعر کہنا ہی جلا جانا
اگر ہوتا نہ مجھ کو ڈر قصیدے کی علامت کا
قلم چلتا نہیں غلبہ ہے اتنا اس پر حیرت کا
کہ کھینچے کس طرح آخر سراپا نور وہمت کا
طفیل اشعار پڑھتے پڑھتے یہ محسوس ہوتا ہے
کہ جیسے میرے سر پہ ہاتھ رکھے ہوں وہ عفت کا